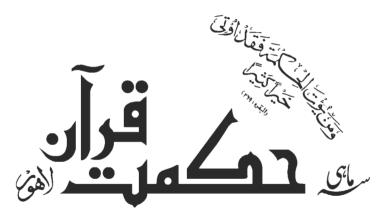
ذُوالقعده ۱۳۴۲ه معزالمظفّر ۱۳۴۳ه جولائی متمبرا ۲۰۲۶

مر قرآن المحالية

مِسَ ڈاکٹراکرافھی ایس خرفر مرافعران لامور مرکزی انجمن م





شار پیس

جلدهم

جولائی شمبرا۲۰۲ء

ذُوالقعده ٢ ١٩٣٢ه صفرالمظفّر ٢ ١٩٣٢ه

بياد:

دُّاكْتُرْمُحْدِرِنْعِ الدِينِ _ دُّاكْتُرابِ رَاحِدِ الْمَالِينِ دِيرِ سَوَل: دُّاكْتُرْعارف رشيد

مجلسادارت:

سير.

حافظ عاکف معید - حافظ عاطف وحید پروفیسرمحدیونس جنجوعه _مؤمن محمود پروفیسرحافظ قاسم رضوان

ڈاکٹرالصاراحمہ نائب مُدیر: حافظ خالدجمودخضر

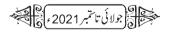
عِلْ مُعْلِقًا مُمْ الْمُعْلِقِينَ مُمْ الْمُعْلِقِينَ مُمْ الْمُعْلِقِينَ الْمُعْلِقِينَ الْمُعْلِقِينَ الْمُ

36 كئاڈل ٹا كان لا مور كۈن 3-35869501 دىب مائٹ: www.tanzeem.org اى مىل: publications@tanzeem.org سالانەزىقادن: 280 دەپے، ئى شارە: 70 دوپ

اِسشمارےمیں

| حرفِاوّل | | |
|--|----------------------------------|----|
| ''اَلْعِلْم'' كابهاري درسگا ہوں میں فقدان | ڈاکٹرابصاراحمہ | 3 |
| تذكّروتدبّر | | |
| مِلاًکُالتأويل ^(٢٦) | ابوجعفراحمه بن ابرا بيم الغرناطي | 9 |
| فهمُ القرآن | | |
| ترجمهٔ قرآن مجید'مع صر فی ونحوی تشریح | افاداتِ حافظ احمد يارّ | 22 |
| تعليموتعلّم | | |
| مباحثِ عقيده (۲٫۵) | مؤمن محمود | 38 |
| اسلاماورسائنس | | |
| سائنسی علوم کی ایک مثالی یو نیورسٹی کی ضرورت | ڈاکٹرر فیع ال ڌ ین | 61 |
| كتابنما | | |
| تعارف وتبصره | پروفیسرمحمد یونس جنجوعه | 69 |
| بيانُالقرآن | | |
| MESSAGE OF THE QURAN | Dr. Israr Ahmad | 96 |
| | | |









د کا کے المثال

''اَلْعِلْم'' کا ہماری درسگا ہوں میں فقدان

ڈاکٹرابصاراحمہ

ہم نے حکمت قرآن کے پیچھے شاروں میں عقیدے کے مباحث میں تفصیل ہے دیکھا ہے کہ قرآن کریم کی دو آیات: ﴿ فَاعْلَمُو اَنَّ اللهُ مَوْلَكُمْ ﴾ (الحداث) اور ﴿ فَاعْلَمُو اَنَّ اللهُ مَوْلَكُمْ ﴾ (الانفال: ۴) کے حوالے ہے واضح ہے کہ ہمارے دین تصوّرات میں مرکزی و بنیادی الله تعالی کے وجود کا عقیدہ پیخت کام او تفصیلی دلیل کی روشنی میں ہونا ضروری ہے تا کہ اس عقیدے کے شرات ظاہر ہوں اس میں شک کا خلیان اور نفس کا تر دّد نہ رہے اور بیا کیان اور عقیدہ جو ئیانِ حق اور تشخانِ علم کے وجودی احوال میں خقق ہوکران کے خلاق وا عمال کو نہ صرف قرآن و سُتر کے قالب میں ڈھال دیں بلکہ وہ دین تعلیمات واقدار کے داعی بھی بن جائیں اور اس طرح تہذیب بہدودہ عظرت کے قالب میں ڈھال کو نہ صرف قرآن و سُتر کے سطح پر حقیقی اور دیر پاتبر ملی کاباعث بنیں محولہ بالا دونوں آیات میں الله تعالیٰ کے بطوراللہ مولی اور معبودوہ بحود معبودہ علم حاصل کرنا صیغہ امر میں آیا ہے جس کا مطلب ہیہ ہے کہ ازرو کے قرآن الله کو خالق و مالک اور معبودوہ بحود منانا پور سے تین اور علم وعرفان کی روشنی کے ساتھ تا کہ اُم مطلب ہیہ ہے کہ ازرو کے قرآن الله کو خالق و مالک اور معبودوہ بحود منانا پور سے تین اور علم وعرفان کی روشنی کے ساتھ تا کہ اُم مطلب بیہ ہے کہ ازرو کے قرآن الله کو خالق و مالک اور معبودوہ بحود منانا پور سے تین اور علم و عرفان کی روشنی کے ساتھ تا کہ اُس میں بیل ہو توں اُن الله کو خال کی در یافتہ میں ہار سے سائل اتفامی میں میں میں کے ذرائع دوسائل کی دریافت و تکر ایس محفی علم العلم من عام در اُس میں علم در اُس کی خالہ مالی کو دریافت خالدہ اور علم حقیقی کا سر سے کہی کم ترفنون یا مہارتوں (skills) کے در ہے کی چیز میں ہیں جن سے باطنی نور حکمت خالدہ اور علم حقیقی کا سر سے کھی کی دریافت خالدہ اور علم حقیقی کا سر سے کھی کی دریافت خالدہ اور علم حقیقی کا سر سے کوکی واسطنہیں۔

دینِ اسلام کے دوبنیادی اور اہم تر ماخذ — قرآن اور صدیثِ رسول " — میں علم ہی کے لیے دوسر اکلمہ لفظ ''ہدایت' استعال ہوا ہے۔ چنانچی نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جانے والی سورۃ الفاتحہ میں رب تعالیٰ سے ہماری دعا ہدایت — 'اِ هُینِ نَا الصِّرَ اطّا الْهُ اُسْتَقِیْتُم ' — کی ہوتی ہے۔ یعنی 'ہماری دعا ایسے علمِ نافع یعنی ہدایت کے لیے ہوتی ہے جو ہمیں سید ھے راستے پر چلاتے ہوئے اخروی صلاح وظلاح اور سعادتِ ابدی تک لے جائے۔ سورۃ الفاتحہ کے فوری بعد سورۃ البقرۃ کی دوسری آیت میں الکتاب یعنی قرآن کریم کوالی کتاب قرار دیا گیا جوریب وشک سے مبرّا اور جومتقین کے لیے ہدایت (guidance) ہے۔ علم کے نتبادل ہدایت کے لفظ سے یہ حقیقت بھی ہمارے

3



سامنے آتی ہے کہ دین میں ایسا نظری علم جس کاعمل سے کوئی تعلق نہ ہومطلوب و پسندیدہ نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے کلاسیکل دین لٹریچ میں محمود اور مذموم علوم کی تفریق پائی جاتی ہے' اورخود نبی کریم سن شنائی آیا ہے نے علم کے شمن میں علم ضار کی بجائے علم یا فع کی دعا کی ہے۔ اسلامی تعلیمات کے تناظر میں پیمکن نہیں کہ بر ہے اخلاق کے حامل علم طالب علم کو وہ حقیقی علم حاصل ہو جائے جورا و آخرت میں نفع پہنچا سکے یا جس سے ابدی سعادت حاصل ہو سکے۔ بر سے اخلاق کے حامل ہو سکے۔ بر سے اخلاق کے حامل ہو سکے۔ بر سے اخلاق کے حامل جو علم حاصل کرتے ہیں وہ محض رسی علم ہوتا ہے جو بھی زبان پر رہتا ہے اور بھی دل میں جسی اس کا اعادہ و تکر ار ہوسکتا ہے' تا ہم علم حقیق سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رہائیڈ فرماتے ہیں کہ علم صرف کشر سے روایت کا نام نہیں بلکہ بیا یک نور ہے جواللہ دلوں میں القاء کر دیتا ہے ۔ بعض اکا برصلیاء کا قول ہے کہ علم صرف خوف الہی کا نام ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمْوُّ اللَّهِ (فاطر: ٢٨)

''الله ہےاُس کے بندوں میں سے صرف علماء ڈرتے اورلرزاں وتر سال رہتے ہیں۔''

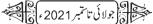
جن حضرات نے علم کوخوفِ اللی سے تعبیر کیا ہے انہوں نے علم کے اصل اور حقیقی نتیجہ کی نشاندہی کی ہے۔ جو شخص الله سبحانہ و تعالیٰ کو جتنازیادہ جانے گا یعنی عرفانِ حق رکھے گا'اتناہی زیادہ خوف وخشیتِ اللی رکھے گا۔ حضرت سفیان تُوریؒ کے اس جملے کا بھی یہی مفہوم ہے:

تعامنا العلم لغير الله فابي العلم ان يكون الا لله

''جم نے اللہ کےعلاوہ کے لیےعلم حاصل کیا مگرعلم نے اس سے انکار کر دیا کہ وہ اللہ کےعلاوہ کسی کے لیے ہو''

بعض محققین حضرات اس جملے کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہمیں صرف ظاہری الفاظ وعبارت کاعلم آیا' اس کی حقیقت نیت میں اخلاص کی کمی کے باعث ہم پر واضح نہیں ہوئی ۔ بیصح ہے کہ بہت سے علمائے تحقیق اور فقہائے دین فروع واصول میں تفوق ومہارت رکھنے کے باو جود مذموم عادمیں رکھتے ہیں' لیکن ہمیں یہ بچھ لینا چاہیے کہ جس علم میں ان کا اشتغال ہے وہ علم ہونے کی حیثیت سے مفید نہیں ہے۔ اس علم کا فائدہ صرف اس صورت میں ہے جب اس کی طلب اللہ تعالیٰ کے لیے ہواور حصول کا مقصد اللہ تعالیٰ کا قرب اور سعادت ِاُ خروی ہو۔

سطور بالاکی روشن میں اگر ہم وطن عزیز کے دینی اور سیکولر دونوں قسم کے مدرسوں اور جامعات کی صورت حال کا جائزہ لیس تو پتا چاتا ہے کہ صورت حال بڑی مخدوش اور خوفنا ک ہے اور ہم سب کے لیے لیحہ فکر رہے ہے۔ جدیدیت اور لبرل ازم کے افکار اور کم شل ترجیحات سے ہماری درسگا ہوں میں تعلیم کا معیار دن بدن روبہ زوال ہے۔ سائنس اور تکنیکی علوم کا معاملہ فررامختلف ہے (اگر چہوہ بھی ہمارے نقطہ نظر سے نیوٹرل اور value-free نہیں ہوتے۔) لیکن ماڈرن سوشل سائنسز اور ساجی علوم جواکثر و بیشتر مغرب کی پروردہ اور الحاد اور کیپٹل ازم کے بطن سے تولد ہوئی ہیں 'نے ہمارے معاشرے کے تعلیم یافتہ افراد کے افہان کو دین و مذہب اور اس کی متوارث روایت سے بالکل برگشتہ کر دیا ہے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ہمارے ملک کی ایلیٹ یو نیورسٹیاں ابھی تک کولوئیل دور کی سامراجی پالیسیوں برگشتہ کر دیا ہے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ہمارے ملک کی ایلیٹ یو نیورسٹیاں ابھی تک کولوئیل دور کی سامراجی پالیسیوں



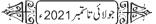


یر چل رہی ہیں اورصرف انگریزی زبان ہی نہیں بلکہ مختلف ساجی علوم میں نظریات اورا فکاربھی وہ پڑھارہی ہیں جو ہمارے طالب علموں کواپنی علمی روایت اور شاندار ماضی سے نہ صرف بالکل ناوا قف رکھتی ہیں بلکہ انہیں اپنی تہذیب وتدن اور اس کی اساسات کے حوالے سے شدید ذہنی احساس کمتری (inferiority complex) میں مبتلا کر دیتی ہیں۔سیکولرساجیعلوم میں انسان کے لیے جوآئیڈیل پیش کیا جاتا ہے وہ مختصراً یہ ہے کہ لذتوں سے متمتع ہونے کا optimum method کون ساہے۔ قومی سطح پر اس لذمتیت پرست فلسفہ حیات اور بالکل آزاد اور مادہ پرستانہ معاثی تگ ودو (rat race) کے انتہائی بھیا نک اثرات ہم اپنے معاشرے میں بڑے پیانے پر دیکھر ہے ہیں۔ جنسی درندگی وشہوت پرستی اور تمام اخلاقی حدود ہے ماورا دولت اورعیاشی کے ذرائع کا حصول مغربی فکر اورطر نہ معاشرت کے دلدادہ حضرات وخواتین کا واحدمقصد حیات ہے۔اییا لگتاہے کہ برصغیر کے استعاری دور میں لارڈ میکا لے کا تجویز کر دہ تعلیمی پر وجیکٹ آزادی کے قریباً پون صدی بعد تک ہماری نام نہاد''اسلامی جمہوریہ''میں جاری و ساری ہے اور برگ و بارلا رہاہے۔ہم نے نہصرف کولونا ئز رکی زبان کومقا می زبانوں اورقو می زبان پرسرکاری سطح پر برتر رکھاہے' بلکہاس زبان کے ساتھ آنے والی اقدار'افکاراوررو توں کوبھی ترجیح دی اور ساجی حیثیت کی علامات کے طور پر ذہناً مقدّم رکھا ہے۔اوراس کی وکالت اورتشہیر ہمارا پرنٹ میڈیا گی وی چینلز اورسوشل میڈیا بڑے مؤثر اور رنگین انداز میں کرتے ہیں۔ نیوکولونیل اور نیوامپیریلسٹ عالمی فکر کےمطابق مغربی (یورپ اورامریکہ) افکار اور تہذیب کلچرکوعالمی سطح پرفو قیت اور مرکزیت حاصل ہے۔

لاہور کی ایک فاضل خاتون مریم سکینہ جودین علم کے ساتھ ساتھ شعائر اسلام (مثلاً حجاب) کی یابندی کرتی ہیں 🖈 اسے تج مات بیان کرتی ہیں اور شاکی ہیں کہ CIE) Cambridge International Examination کے پاکستان ٹٹریز (تاریخ) کے مضمون کے نصابات میں پاکستان اور ساؤتھ ایشیاریجن کے معروضی اور زمینی حقائق اورسامراجی طاقتوں کی زیاد تیوں پر مبنی اہم تاریخی واقعات کا قطعاً کوئی حوالہ نہیں ہوتا۔سوشیالوجی کے مضمون میں ا بن خلد ون اور دوسر ہے مسلم فضلاء کے عمرانی خیالات کا ذکر بالکل غائب اور تمام عمرانی افکار کا ماخذ اور آغازیورپی تحریک تنویر (Enlightenment) کوقرار دیا جا تا ہے۔ راقم قارئین سے درخواست کرتا ہے کہ وہ محتر مہمریم سكينه كا"Decolonizing Education" كي عنوان سے لكھا ہوا مختصر مضمون ضرور يردهيں جو ہفت روز ہ ''ندائے خلافت'' (شارہ نمبر ۲۹) میں حال ہی میں شائع ہوا ہے۔ بیرو قیع اور تجزیاتی تحریر خاص طور پر اُن والدین کے لیے چشم کشا ہوگی جن کے نوعمر بیجے ساجی سٹیٹس کے دباؤ کے تحت مشہوراور مہنگے انگلش میڈیم سکولوں میں زیر تعلیم ہیں اوران میں دی گئی تعلیم طلبہ اور طالبات کو اپنے دین و مذہب اور درخشندہ تاریخ سے بالکل ناوا قف رکھ کر ذہنی طور پر کاٹ دیتی ہے۔ چنانچہ راقم کا احساس ہے کہ ہم بطور ملّت اس وقت حد درجہ یُرآ شوب اور قیامت آ ثار دور ہے گز رر ہے ہیں۔ تشکیک اورالحاد کے مرض میں پڑھے لکھے نام نہادمسلمانوں کی بڑی تعداد مبتلا ہے۔ چندرسوم کو

🖈 اور جوخود GCE/IGCSE مسٹم اور نصابات میں پڑھی ہیں اور پھر M.Phil کے لیول تک انٹزیشنل ریلیشنز میں تعلیم یافتہ ہیں'اورطویل عرصہ خودانگریزی میڈیم اداروں میں سوشل سائنسز کےمضامین کی تدریس کی ہے۔

15





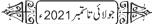


بغیر هیقی فنهم اور بے جان انداز میں ادا کر کے وہ بڑی مشکل ہے' دکلچرل مسلم'' کہلانے کے لیے کوالیفائی کرتے ہیں۔

ہمارے ہاں بعض اسلام پیند' ذہبن اوراعلیٰ تعلیم یافتہ حضرات نےعلم اورتعلیم و تدریس کےموضوع پر خاصا کچھ کھا ہے۔ان میں ایک نمایاں نام ڈاکٹر شاہد صدیقی صاحب کا ہے جو لا ہور کی کٹی اہم درسگاہوں میں تدریبی تج بے کے بعد علامہ اقبال اوپن یو نیورسٹی کے وائس چانسلررہے اور وہاں سے ریٹائر ہوئے۔میرے علم میں تعلیم کےموضوع پران کی کوئی مبسوط کتا ہے تونہیں' لیکن گزشتہ آٹھ دس ماہ کے دوران متعددا خباری کالموں میں انہوں نے ا پنے خیالات وتجزیے پیش کیے ہیں۔اس میں شکنہیں کہ ڈاکٹرصاحب کاویسٹرن مراجع کامطالعہ بہت وسیع ہے ٔاور انہوں نے برصغیر میں فرنگی اقتدار کے دوہ تھکنڈوں کے بارے میں بالکل صحیح اور تفصیل سے ککھاہے کہ ایک طرف جہاں برطانوی استعار نے جبر کے ہتھکنڈوں ہے جسمتنخیر کیے وہیں تعلیم کے ذریعے لوگوں کو ذہنی اور کلچرل غلامی کے حال میں پھنسایا۔اطالوی دانشورانتو نیوگرامجی کےحوالے سے وہ وضاحت کرتے ہیں کہ بالادسی کے لیے لیمٹیکل ۔ سوسائٹی اور سول سوسائٹی دونوں اپنا کرداراد اکرتی ہیں۔اوّل الذکر طاقت کا استعمال کرتی ہے جبکہ سول سوسائٹی طاقت کے استعال کے بغیر ذہنوں کوتنخیر کرتی ہے۔اس میں تعلیم ذہنوں پر قابویا نے کا ایک مضبوط ذریعہ بن جاتی ہے۔ڈاکٹرشاہدصدیقی کی تحریریں اس حد تک تو مفید ہیں کہ وہ تعلیمی اداروں کے لیے اس ہدف کے تو نا قد ہیں کہ ان ہے ایسے طلبۂ کلیں جن کامطمح نظر صرف ملازمت کا حصول اور معیارِ زندگی بلند کرنے کی دوڑ میں شامل ہونا ہو اوروہ تہذیب نفس اور معاشرے کی بہتری کے جذیبے سے بالکل خالی ہوں۔وہ اس شمن میں کریٹیکل تھنکنگ کی مہارت یرز ور دَیتے ہیں۔ان کے خیال میں نے مسائل کے حل کے لیے پرانے حل متر وک ہو چکے ہیں'اور مسائل کا نے ز او یوں سے جائز ہ لینا ضروری ہے اور تسلیم شدہ باتوں کومن وعن ماننے کے بجائے ان پر سوالات اٹھانے ضروری ہیں۔ تا ہم دینی خانوادے سے تعلق رکھنے کے باوجودان کا ذہن ان تحریروں میں قر آن وسُنّت ٔ عقا کداورمسلمان مشاہیر سے ملنے والے تراث عِلمی کی طرف نہیں گیا جس کی سطحی تدریس بھی ہمار نے قلیمی اداروں میں نہ ہونے کے برابر ہے اور طلبہ کے اخلاقی وروحانی وجود میں مثبت تبدیلی (Transformation) کا رول کسی درجے میں بھی ادا کرنے سے قاصر ہے۔ کریٹیکل اور نا قدانہ نظر سے پہلے ہماری نو جوان نسل میں دین و مذہب کے ثوابت اوریقینی امور کاعلم اور ذہنی قلبی وابنتگی از حدضروری ہے۔اس کے بغیران کی تنقیدی نگاہ صرف منفی اثرات پیدا کرے گی۔ کلاس روم سے باہرنو جوان نسل میڈیا سے اثر قبول کرتی ہے اور بظاہر بچ کا یہ بیویاری میڈیاغیر جانبدار (neutral) نہیں ہے بلکہ کمل جانبدار ہے۔ بیصرف اورصرف آ زادی کے عقیدے کی وکالت کرتا ہے اور بیمیڈیا' دین' اور 'اخلاق'،'نمذہب'،'روایت'،'اقدار'اوراجمّاعیتوں/عا قلہسب کامشتر کہ ڈنمن ہے۔

بحمرِ اللّه اُمّتِ مُسلمہ کی تاریخ میں علوم دینیے کو اپنی اصل سپرٹ اور مفہوم میں پیش کرنے کے لیے حق تعالیٰ کی طرف سے انتظام کیا جاتار ہاہے۔ احیائے دین اور مسلم فکریات کوروش اور جاری رکھنے کے ممل میں سینکٹروں مشاہیر اہلِ علم نے حصۃ لیا' جن میں سے بعض کو اپنی بصیرت و تفقّہ اور جامعیت کے سبب خصوصی مقام حاصل ہے۔ اس سنہری زنجیر میں دونام بہت ہی نمایاں ہیں: امام غزالی اور شاہ ولی اللہ دہلوئ ۔ راقم اس مختصر شذرے میں صرف اوّل

6





الذكركے بارے میں چندسطورقلم بندكرر ہاہے۔

ججة الاسلام امام ابوحامدغز اليُّ (متو في ٥ • ٥ ه) كي عربي تصنيف'' احياءعلوم الدين' ان كي مبييول كتابول ميس ہے اہم ترین مشہورز مانداورزندہ جاوید کتاب جوکسی تعارف کی محتاج نہیں' اہل علّم کے ہاں معروف ہے۔ یہ عقا کڈ' أسرار نثريعت وطريقت ٔ اخلاق وتصوّف فلسفه و مذہب ٔ حكمت وموعظت ٔ اصلاح باطن اور تزكيرنِفس كا ايباحسين شاہ کار ہے جس کی مثال مشکل سے ملتی ہے۔ پوری کتاب (اصل عربی اور تراجم بھی)ایسے مؤثر اور عام فہم انداز میں ککھی گئی ہے کہ کوئی شخص اس سے متأثر ہوئے بغیرنہیں رہتا۔اس کتاب کو ہرز مانہ اور ہر طبقہ میں قبولِ عام رہاہے۔ بے شک یہ کتاب اپنی خصوصیات میں بے نظیر و بے مثال ہے۔ اہلِ سُنّت کے عقائد اور بیانے کا کینن (Canon) بننے والی خنیم کتاب امام غزالیؓ کی احیاء العلوم ہی ہے۔ جہیں کہ بیس کوئی باکنہیں کہ یہ انسائیکلوپیڈک کتاب اسلام کا ایک انتہائی معقول 'دکش' جامع اوعظیم الثان بیانیہ ہے جومغر بی جدیدیت ہے کم وہیش پانچ صدیوں قبل لکھا گیا۔لیکن اس کےموضوعات اورمندر حات کی اہمیت (relevance)اور افادیت آج کے دور کے لیے بھی ہے۔ ا ما مغزالی کی دینی حقائق میں گہری بصیرت ٔ بالغ نظری ٔ غیرمعمولی ذبانت اور بے کنار تخلیقی استعداد ہر باب اور ہرفصل میں عیاں ہے۔ بیروہ کتاب ہے کہ جس کوایک طرف توائمہ اسلام الہامات پر بانی سمجھے دوسری طرف ہنری لوئیس نے '' تاریخ فلسفه' میں اس کی نسبت پہلکھا:

''اگر ڈیکارٹ (جو یورپ میں فلسفہ جدید کا بانی خیال کیا جاتا ہے) کے زمانے میں احیاءالعلوم کا ترجمہ فرنچ زبان میں ہو چکا ہوتا تو ہرشخص یہی کہتا کہ ڈیکارٹ نے احیاءالعلوم کو چرالیا ہے۔''

مقام حیرت ہے کہ امام غز الیؓ جن کی سو کے لگ بھگ انتہائی قیمتی اور فکر انگیز موضوعات پر تصنیفات ہیں اور جن میں احیاءعلوم کا پہلا باب علم کے بیان اور اس کی فضیلت اور پھرآ خری ابواب میں سے ایک' بیان فی شرف انعقل' ہے'ان برعقل دشمنی کا الزام لگا یا جاتا ہے۔ بیٹیج ہے کہانہوں نے علاءِ آخرت کوعلائے دنیااورعلائے بدھےمتاز کیا ہے اوراسی طرح عقل معاد کوعقل معاش سے علیحدہ کیا ہے اورعلم کے لیےادب واخلاق اوراخلاصِ نیت کوجھی ضروری قرار دیا ہے'لیکن بیسب تصریحات قرآن وئنٹت اور روایت سے مستفاد ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ احیاءعلوم کے ہر باب کا آغاز آیات ِقر آنیا احادیث اور روایات کے بیان ہے کرتے ہیں۔غزائی نے قر آن مجید کے فطری اور سادہ طر زِ استدلال کوا جا گر کیا ہے' جس کوان کے خیال میں فلاسفہ اورعقلاء نے بگاڑ کر جدل اورممارات کا درواز ہ کھول دیا' جبکہ فی الحقیقت' قلب' تو حید کا معدن اور منبع ہے۔اقوال ِلسان اورعملِ جوارح کی طرح اقوال القلب اوراعمال القلب 'عبادت' کی تشریح و تنقیح میں اہمیت کے حامل ہیں۔ جملہ مراسمِ عبودیت میں اصل حقیقت اعمالِ قلوب مثلاً اخلاص ٔ انابت 'خشوع وخصوع ، تبتل اورخشیت کی ہے۔قرونِ اولی والی عبادت کی جامعیت اور ما ثورروایتی تعبیر ابھی اُمّت ِمُسلمہ کے اذبان میں واضح اور روثن تھی' چنانچہ چندصد یوں بعدمغلوبیت اوراستعار کے گہرے منفی انژات والى صورت حال ابھى سامنے نەآ ئى تھى _اس مىں كسى كو بھى شك نەتھا كەلىلەسجانە وتعالى كى محبّت أس (تعالىٰ) كى شریعت پرعمل کرنے سے محقق ہوگی۔اور چونکہ نظام اجتماعی پر بھی اہلِ حق غالب تھے اسی لیے تعبیر دین میں بھی نئ

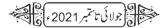


شکلیں(variants) یا اختلافی آراء سامنے نہیں آئی تھیں۔ واقعہ یہ ہے کہ امام غزالؒ کی جامع اور گمبھیژخصیت میں کلائ استدلالی (فلسفیانہ) صوفی فقہی اور روایتی غرضیکہ تمام جہتیں اکٹھی جمع تھیں اور ایک اعتبار سے وہ یکتا اور منفر دشخصیت تھے جس کے سیب انہیں اُمت نے حجۃ الاسلام کالقب دیا۔

امام غزال کی شخصیت اورافکارسے عالمی اسلام کے علمی اورراسخ العقیدہ علقے ہی متا ٹرنہیں ہوئے بلکہ یورپ اورامر کیدگی اکیڈیمیا کے پروفیسر حضرات نے بھی نہ صرف ان میں دلچیں کی بلکہ انہیں اپنے مطالعات اورر یسرچ کا موضوع بنایا۔ علاوہ ازیں متعدد نومسلم جنہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد قرآن وحدیث اسلامی علوم اور عربی زبان ولٹر پچر کے مطالعے میں طویل عرصے سخت محنت کی ان میں سے بھی اکثر نے امام غزائی کی تصنیفات میں بہت دلچیں کی اور ان پر انگریزی اور دوسری یور پی زبانوں میں شخقیقی کام کیا۔ ان میں عمر فاروق عبداللہ عبداکھیم مراد محزہ یوسف اور کئی دوسرے بہت نمایاں ہیں۔ چنانچہ احیاء علوم جہاں مدارس کے تعلیم یافتہ افراد کے لیے دور جدید کے فتن کفر والحاد اور تشکیک وارتیاب کو سمجھے میں معاون ہے وہاں جدید تعلیم یافتہ افراد کے لیے دور جدید کے منبج اور مباحث میں نہ بران کے علیم الکلام کے اصول منبج اور مباحث میں ان کے ہاں تدقیق اور تعبق اور مسلسل حوالے گہری نہ ببیت کی ایک تابندہ علامت ہیں۔ عقائد کے مباحث میں ان کے ہاں تدقیق اور تعبق اور ساتھ ہی ظاہری وضع قطع اور لباس میں اسلامیت محورکن ہے۔ عام خیال میہ ہے کہ مغرب روحانیت سے اب بہت دُور اور خالی (Spiritually unmusical) ہے کیکن وہاں نہ جی اور روحانی موضوعات پر بڑے پیانے پر ساتھ ہی ظاہری وضع قطع اور لباس میں اسلامیت میں وہاں نہ جی اور روحانی موضوعات پر بڑے پیانے پر ساتھ ہی طالم کے کے لیمونوعات پر بڑے پیانے پر ساتھ ہی طالم کی جوجے براہے اور بک شاپس کے علاوہ لائبر پریوں میں بھی مطالے کے لیمونو دیے۔

افکارغزائی کا بنظر غائر مطالعہ کی اعتبار سے بھی منجمد تصوّرات کو قارئین میں منتقل نہیں کرتا' بلکہ قلبِ سلیم میں موجود حکمت خالدہ کے نکات شعور کی سطح پر ابھار کر انسان کے اخلاقی اور روحانی وجود کو اسلام کے قرنِ اوّل کی زندہ روایت کی شکل میں بلند کرتا ہے اور علم حقیقی اور اقدار کی بازیافت فراہم کرتا ہے لیکن افسوں وقلق کے ساتھ اس بات کا اظہار ضروری ہے کہ 'مدرسہ ڈسکورٹ' کے مؤسس اور روحِ روال پر وفیسر ابر اہیم موکل جنہوں نے جدیدیت اور پس جدیدیت اور پس جدیدیت اور پس جدیدیت کے منفی انداز اور بے معنی بلکہ تباہ کن وادی کو جو ذہنی جولانگاہ بنالیا ہے' آئہیں امام غزال آگی تصنیفات ایک حنوط شدہ مردہ روایت کی بازگشت محسوں ہوتی ہیں ۔ نارتھ کیرولینا پریس کی طرف سے ۵۰۰ میں شائع شدہ اپنی کتاب Ghazali and the Poetics of Imagination میں ساڑھے چودہ سو سالوں پر محیط شاندار اور زندہ وہ تحرک تسلسل وروایت پر انتہائی مضحکہ خیز اور ناروا غلط اور طفلانہ تبھرہ ہے ۔

قارئین حکمتِ قرآن کو بیرجان کرخوثی ہوگی کہ قرآن اکیڈی کے سکالراسا تذہ ڈاکٹر رشیر ارشد اور مؤمن مجمود — دونوں نے امام غزال ؒ ہے وسیع علمی اخذ واکتساب کیا ہے۔ بیعر بی زبان کے جو ہر شناس عقائد اور عقل وُقل میں اختلاف اور تطبیق وتر جیج کے مباحث میں دلچیپی رکھنے کے ساتھ امام غزال ؒ کا دین مصلح اور راہنما کی حیثیت سے مطالعہ کرتے ہیں۔ واقعہ بیہ ہے کہ ان دونوں اساتذہ کاعلم 'فہم اور خوش بیانی حیرت انگیز ہے۔ (باتی صفحہ 21 پر)





مِلاك التأويل (٢٦)

تالیف: ابوجعفراحمد بن ابراهیم بن الزبیرالغرناطی تلخیص وتر جمانی: ڈاکٹرصہیب بن عبدالغفار حسن

سُورة يُونس

(۱۲۰) آیت ۱

﴿الَّرِّ تِلُكَ ايْتُ الْكِتْبِ الْحَكِيْمِ ()

سورهٔ لقمان میں ارشادفر مایا:

﴿الَّمِّ ۞ تِلُكَ ايْتُ الْكِتْبِ الْحَكِيْمِ ۞

اورسورهٔ نوسف کے آغاز میں ارشادفر مایا:

﴿الَّرْ تُلكَالِتُ الْكِتْبِ الْمُبِينِ ۞﴾

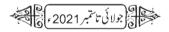
ان تینوں سورتوں کے آغاز میں حروف مقطّعات کے بعد کتاب اللّٰہ کی آیات کا ذکر ہے۔ پہلی دوسورتوں میں حکمت سے بھر پور کتاب کہا گیااور سورۂ پوسف میں کھلی کتاب کہا گیا تواس فرق کی وجہ کیا ہے؟

جواباً عرض ہے کہ سورہ کونس اور سورہ کفیمان میں اُن نشانیوں کا کثر ت سے ذکر ہے جن میں اللہ تعالیٰ کی حکمت اور تمام چیز وں کی بناوٹ میں مہارتِ تامّہ کاظہور دکھائی دیتا ہے جو کہ سورہ یوسف میں اس انداز میں نہیں بیان کیا گیا۔ اب ذرا سورہ یونس کے مضامین ملاحظہوں ۔ زمین وآسان کی خلقت کا مضمون باربار بیان ہورہا ہے۔ فرمایا:

﴿ إِنَّ رَبَّكُمُ اللهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمُوتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ ٱيَّامِ ﴾ (آيت)

'' بے شکتمہارار بّ وہ اللہ ہے جس نے آسانوں اور زمین کو چھدن میں پیدا کیا۔''

زمین وآسان کی نشانیاں اس کا نئات کی عظیم نشانیوں میں سے ہیں کہ جن میں غور کرنے سے عبرت حاصل ہوتی ہے اور اس بات کا تذکرہ دوسری سورتوں میں بھی ہے۔ جیسے سورة غافر میں ارشاد فرما یا: ﴿ لَخَلُقُ السَّلْوْتِ وَالْأَرْضِ اَوْرَاسِ بات کا تذکرہ دوسری سورتوں میں بھی ہے۔ جیسے سورة غافر میں ارشاد فرما یا: ﴿ اِنَّ فِی السَّلُوْتِ وَالْاَرْضِ لَا يَٰتٍ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ (آیت ۷۵)'' ہے شک آسانوں اور زمین کی پیدائش لوگوں کے پیدا کرنے سے زیادہ بڑی چیز ہے۔'اور سورة الجاشیہ میں ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ فِی السَّلْوْتِ وَالْلَارُضِ لَا يَٰتٍ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ ('بیشک آسانوں اور زمین میں مؤمنوں کے لیے نشانیاں ہیں۔''





اور پھر سورہ یونس میں آسان سے متعلق چنداور نشانیوں کا تذکرہ کیا گیا۔ فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِی جَعَلَ الشَّهْ مَس ضِیکاَءً وَّالْقَمْرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَلَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابِ ﴿ ﴾ (آیت ۵)"وبی ضِیکاَءً وَّالْقَمْرَ نُورًا وَّقَدَّرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَلَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابِ ﴾ (آیت ۵)"وبی (اللہ) ہے جس نے سورج کو ضوفشاں بنایا اور چاند کونورانی بنایا اور اس کے لیے منزلیں بنا دیں تاکہ تم سالوں کا عدوجان سکواور حساب کتاب کرسکو۔"اس سے اللی آیت میں ارشاد فرمایا: ﴿ إِنَّ فِی الْحَیْلُوفِ النَّیْلُ وَالنَّهُا لِهِ وَمَا خَلَقَ اللهُ فِی السَّلْوْتِ وَالْاَرْضِ لَایْتِ لِیْتِ لِیْقُومِ یَّتَدُّهُونَ ﴿ ﴾ ''بِ شک رات اور دن کے آن عیں اور جو پھواللہ نے آسانوں اور زمین میں پیدا کیا ہے'ان میں نشانیاں ہیں ایی قوم کے لوگوں کے لیے جو تقویٰ کر کھتے ہوں۔"اور اس طرح اس ساری سورت میں جا بجاسامانِ عبرت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

درمیان میں حضرت نوح علیٰلاً کا قصہ بیان ہوا ہے کیکن وہ بھی بہت اختصار کے ساتھ ۔اس کا آغاز حضرت نوح علیٰلاً کےاس قول سے ہوتا ہے:

﴿إِذْ قَالَ لِقَوْمِه لِقَوْمِ إِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِي وَتَنْ كِيْرِي بِالْيِ اللهِ فَعَلَى اللهِ قَوَكُمْ مَّقَامِي وَتُنْ كِيْرِي بِالْيِ اللهِ فَعَلَى اللهِ تَوَكَّلُتُ فَأَتُمُ عُلَيْكُمْ عُلَيَّكُمْ عُلَّةً لَا يَكُنُ آمُرُكُمْ عَلَيْكُمْ عُلَيْكُمْ فُقَةً لَا يَكُنُ آمُرُكُمْ عَلَيْكُمْ عَلَيْكُمْ عُلَيْكُمْ اللهِ اللهُ اللهِ اللهِ اللهُ اللهِ اللهِ اللهُ اللهِ اللهُ اللهِ اللهِ اللهُ الله

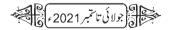
'' جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم!اگر میرایہاں رہنا اور اللّٰہ کی نشانیوں کا یا دولاتے رہنا تم پرگراں گزرتا ہے تو پھر جان لو کہ میں نے اللّٰہ ہی پر بھر وسد رکھا تو پھرتم اپنی تدبیر بھی پختہ کرلؤا ہے شرکاء کو بھی اکٹھا کرلؤاور پھر جوتم نے کرنا ہے وہ تم پر پوشیدہ نہیں ہونا چاہیے اور تم نے پھر جو کرنا ہے وہ میر سے ساتھ کرگزرواور مجھے مہلت تک نہ دو''

اوراس سے ان کی مرادیتھی کہ اللہ میر ہے ساتھ ہے وہی میرا حامی و ناصر ہے ہم اور تمہاری تدبیریں میرا کچھ بگاڑ نہیں سکتیں 'نہ ہی تمہار سے شریک ساتھی میر سے خلاف کچھ کرنے پر قدرت رکھتے ہیں۔ انہیں اس بات پر بھی جھاڑ پلائی کہ جن سہاروں پر تمہارااعتاد ہے وہ نہ بچھ بو جھر کھتے ہیں اور نہ ہی نفع ونقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس بات کا ذکر کیا کہ کیسے اللہ تعالیٰ نے نوح علیٰ بھا اور ان کے اہلِ ایمان ساتھیوں کوشتی میں سوار کرا کر طوفان سے بھالیا اور ان کے کسی کام نہ آیا۔

گویااس سورت کے مرکزی مضمون کے ساتھ اس قصے کو جوڑ دیا جوانتہائی اختصار کے ساتھ بیان ہوا ہے اور یوں اس سورت کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے۔

ایسے ہی موتی علیقیا کا قصہ بھی بیان ہوا ہے 'جس میں بھی عبرت کے پہلوؤں کی طرف اشارہ ہے۔ فرعونیوں کے بارے میں موتی علیقیا کی بددعا کا ذکر ہے: ﴿ رَبِّعَنَا اطْمِیسُ عَلَیٰ اَمُوَالِمِهِمُ ﴾ (آیت ۸۸)''اے میرے ربّ!ان کے اموال کونیست و نابود کر دے۔''اور پھرنیخیاً فرعون کا سمندر میں اپنے لا وُلشکر کے ساتھ غرق ہونا'موت سے قبل ایمان کا اقر ارکرنا'یہ کہنا کہ:

﴿ امَّنْتُ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا الَّذِي ٓ امَّنَتْ بِهِ بَنُوٓ السِّرَآءِيُلَ وَٱنَامِنَ الْمُسْلِمِينَ ۞







'' مئیں ایمان لا یا کہ کوئی معبود نہیں سوائے اُس معبود کے جس پر بنی اسرائیل کا ایمان ہے اور مئیں مسلمانوں میں سے ہوں۔''

لیکن عین موت کودیکھ کرایمان لا نا اُس کے کسی کام نہ آیا۔اوریبال بھی اس قصے کے انہی پہلوؤں کو بیان کیا گیا جو بلحاظ عبرت ونصیحت اس سورت کے مضمون سے مناسبت رکھتے تھے۔

اور جہال تک سورہ یوسف کا تعلق ہے تو ساری سورت میں حضرت یوسف علینا کی مفضل حکایت ہی بیان ہوئی ہے کہ کسے ان کے بھائیوں نے آئہیں کو یں میں ڈالا کچر کسے وہ اپنے باپ سے ایک طویل عرصے کے لیے جدا ہو گئے کچرمصر میں فتنے میں ڈالے گئے اور اس سے چھٹکا را حاصل کیا 'پھر جیل میں ڈالے گئے اور اس کے بعدا عزاز واکر ام سے نوازے گئے اور بالآخر والد سمیت تمام خاندان سے دو بارہ ملا دیا گیا۔ ساری سورت اس ایک مضمون کے گرو گھوتی ہے' اس لیے بالکل مناسب تھا کہ یہاں'' اُلْکِ تُنبِ الْحَدِیْدِد ''کے بجائے'' اُلْکِ تُنبِ الْمُبِیْدِنِ ''کہا جا تا۔ اور یوں ظاہر ہوگیا کہ پہلی دوسورتوں میں کتاب کے ساتھ'' حکمت'' کا اور تیسری سورت میں'' بیان''کا وصف کیوں لایا گیا ہے۔

البتہ ایک سوال ابھی بھی تشندرہ جاتا ہے کہ سورہ لقمان گوسورہ یونس کے مضامین سے مشابہت رکھتی ہے لیکن اس کا آغاز''المقر '' سے ہوا ہے جبکہ سورہ یونس کا آغاز'' الّز'' سے ہوا ہے۔ایک میں حرف میم ہے اور دوسری





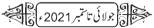
میں حرف'' ر'' تو اس کا سبب کیا ہے؟ جوا باعرض ہے کہ سور ہُ لقمان میں جس انداز سے مؤمن اور کا فر دونوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا بیان ہوا ہے وہ انداز سور ہُ لینس میں نہیں اپنایا گیا گوسور ہُ لینس' سور ہُ لقمان کے مقابلہ میں طوالت رکھتی ہے۔ ملاحظہ ہو کہ سور ہُ لقمان میں آسمان وز مین کی نشانیوں کا بیان ہوا اور اس کے بعد چیلنج کے طور پر کہا گیا کہ بیہ بچھتو اللہ کا پیدا کردہ ہے' تو چھر دکھاؤ کہتم اللہ کے سواجن کی پوجا کرتے ہوانہوں نے کیا پیدا کیا ہے؟ سور ہُ یونس میں اس موضوع کی طرف ایک آبیت میں اشارہ کیا گیا ہے' فرمایا:

﴿قُلْهَلُمِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهُ ﴿ آيت ٣٣)

'' کہدد یجیے: کیاتمہار بےشریکوں میں سے کوئی ایسا ہے جس نے مخلوقات کو پہلے پیدا کیا ہواور پھروہ اس کا ایماد بھی کی ایما؟''

میر دوفی تنهیمہ جس میں حرف میم نمایاں ہے'اں سورت میں تین مرتبہ استعال ہوئے اور اس تکرار کے ساتھ کسی دوسری سورت میں استعال ہوئے اور اس تکرار کے ساتھ کسی دوسری سورت میں استعال نہیں ہوئے' سوائے سورہ فاطر کے جوسورہ لقمان سے زیادہ طویل ہے'لیکن وہاں بھی میر دوف صرف ایک دفعہ لائے گئے ہیں' تو اس لیے میے کہنا بجا ہوگا کہ سورہ لقمان کے آغاز میں بجائے'' الّلہ'' کے''الّمۃ'' لا یا جائے جس میں حرف میم پرزوردیا گیا ہے۔

اور اب ملاحظہ ہوسور ہ یونس جس کے آغاز ہی میں اللہ تعالیٰ کی ربوہیت کی طرف اشارہ ہے۔ فرمایا: ﴿ إِنَّ







رَبَّكُمُ اللهُ الَّذِي عَلَقَ السَّبُوْتِ وَالْآرْضَ فِي سِتَّةِ اَيَّامٍ ﴾ (آیت ۳)" بِشُک تمهارارب وه الله عجس نے آسانوں اور زمین کو چودن میں پیدا کیا" اور پوری سورت میں تیره (۱۳) مقامات پرکلمه" ربّ" کی تکراری گئی۔ بیتو پہلی آیت تی جس کا ذکر کیا گیا اور آخری آیت بیہ ہے: ﴿ قُلْ یَا اَیُّهَا النَّاسُ قَلْ جَاءَ کُمُ الْحَقُّ مِنْ دَّ بِّهُ كُمْ عَلَى النَّاسُ قَلْ جَاءَ کُمُ الْحَقُّ مِنْ دَّ بِی فَلْ النَّاسُ قَلْ جَاءَ کُمُ اللهُ النَّاسُ قَلْ جَاءَ کُمُ اللهُ النَّاسُ التَّقُو اللهُ اللهُ

اور یہ بھی ملاحظہ ہو کہ سور ہ یونس میں کوئی ۲۲۰ ایسے کلمات ہیں جن میں حرف' دراء'' کی تکرار ہوئی ہے'اور اس کے مماثل سور ہ انتخل ہے جو سور ہ یونس سے زیادہ طویل ہے لیکن اس کے آغاز میں حروف مقطّعات نہیں ہیں۔ اس سورت میں وہ کلمات جن میں حرف ِراء آیا ہے تقریب بین اوراس لحاظ سے یہ کہنا بجاہے کہ سور ہ یونس کے آغاز میں''الّمر ''لانا بالکل مناسب تھا۔ واللہ اعلم!

(۱۲۱) آیت۱۸

﴿وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُوْنِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّ هُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمُ ﴾

''اوروہ اللہ کے سواان کی عبادت کرتے ہیں جونہ انہیں نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی کوئی نفعے''

اورسورة الانبياء مين ارشادفر مايا:

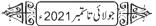
﴿ اَفَتَعُبُكُونَ مِنْ دُوْنِ اللّهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَّلَا يَضُرُّكُمْ ﴿) `` كياتم الله كسوا أن كى عبادت كرتے ہو جونة تهميں نفع يہنجا سكتے ہيں اور نہ نقصان ـ ''

اورسورة الفرقان مين ارشاد فرمايا: ﴿ وَيَعُبُلُونَ مِنْ دُونِ اللّهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمُ هُمُ ﴿ ﴾ (آيت ۵۵)"اوروه الله كسوا أن كى عبادت كرتے ہيں جونه انہيں نفع پہنچا سكتے ہيں اور نه نقصان ـ''

توسوال یہ ہے کہ سورہ ایونس میں نقصان کا ذکر پہلے ہے اور نقع کا بعد میں جبکہ باقی دونوں سورتوں میں اس کے برعکس ہے؟

ملاحظہ ہو کہ سورہ یونس میں اس قول کے فور أبعد مشرکین کا بیقول نقل کیا گیا: ﴿ وَیَقُولُونَ هَوَ لِآءِ شُفَعَآ وُنَا الله عِنْ الله عِنْ الله عِنْ الله عَنْ الله عَنْ

اب رہی سورۃ الفرقان کی آیت تو اس ہے قبل وہ آ فاقی نشانیاں بتائی جارہی ہیں جن میں انسان کے لیے نفع







ہی نفع ہے۔ جس کا آغازاس آیت ہے ہوتا ہے: ﴿ اَلَمْ تَرَ إِلَىٰ رَبِّكَ كَیْفَ مَنَّ الظِّلَّ ﴾ (آیت ۵)

'کیاتم نہیں دیکھتے کہ تمہارے رہ نے کیے سائے کو پھیلایا ہے؟'' پھراس کے بعد ذکر ہے دن رات اور نیند کے

فوائد کا 'ہواؤں اور بارشوں کے تصرفات کا' ہے جان زمین کو زندہ کرنے کا' انسان اور حیوان کو پانی ہے سیراب کرنے

کا' دریا کے بیٹھے اور سمندر کے کھارے پانی کا اور پھر ایک اور نفسی شہادت کا' فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّانِی خَلَق مِن الْہَاءَ بَدَقَدًا الْجَعَلَٰهُ فَسَمِّا وَ صِهْرًا ﴿ وَ کَانَ رَبُّكَ قَدِیرُوا ﴿ اللهِ ﴾ ''اور وہی (اللہ) ہے جس نے پانی سے

الْہَاءَ بَدَقَدًا اَجَعَلَٰهُ فَسَمِّا وَ صِهْرًا ﴿ وَ کَانَ رَبُّكَ قَدِیرُوا ﴿ ﴾ 'اور اللہ ہم چیز پرقدرت رکھتا ہے''۔ تو

الْہَاءَ بَدَقَدًا کیا اور پھر اس سے سلسلہ نسب کو بھی جوڑ ااور سسرالی رشتوں کو بھی' اور اللہ ہم چیز پرقدرت رکھتا ہے''۔ تو

پھر بالکل مناسب تھا کہ ان نفع بخش نعتوں کے بیان کے بعد معبود انِ باطل کے ذکر میں پہلے ان کے نفع نہ پہنچانے کا

ذکر کیا جاتا اور پھر نقصان کا۔ اور اس لیے ترتیب کلام یوں رکھا گیا: ﴿ وَیَعُبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُهُمُ وَلَا یَا اُنْ کُیْفُ کُمْنُ لَا اِنْکُونَ مِنْ دُونِ اللّٰہِ مَا لَا یَا یَا ہے۔ اور اس کے بید آئیا وہ کہا جارہ ہے: ﴿ اَفَمِنْ يَّ مُنْ لُونَ عُنْ کُمُنُ لَا اللّٰ کَانِ مِنْ مُنْ اللّٰ عَلَی اللّٰ مِن کُونِ اللّٰ ہُونَ اللّٰ ہُونِ اللّٰ اللّٰ ہِمِنَا کے جو پید آئیس کرسکتا ہے جو پید آئیس کرسکتا ؟''

(صاحبِ تتاب نے سورۃ الانبیاء کی آیت کی توجیہہ بیان نہیں کی لیکن اسے بھی ای انداز میں سمجھا جاسکتا ہے کہ اس آیت سے قبل حضرت ابراہیم علیا کے نیوں کو کلہاڑے سے توڑنے کا ذکر ہے سوائے ایک بُت کے اور جب ان سے بوچھا گیا کہ کیا تم نے بیسب کچھ کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا تھا کہ بیتو اس بڑے بت نے کیا ہوگا! اور تم خود کیوں نہیں سوال کر لیتے اگر بیب توت ویا کی رکھتے ہیں؟ گویا حضرت ابراہیم انہیں بید باور کرانا چاہ در ہیں کہ تمہارے بید معبود ان باطل جوابی آپ کو کئ نفع نہ پہنچا سکے وہ تہمیں کیا نفع پہنچا تیں گے اور یوں ان کا بیہ کہنا بالکل مناسب تھا:
﴿ اَفَتَ عُبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّهِ مَا لَا يَنْفَعُ كُمُ شَيْشًا وَّلَا يَضُرُّ كُمْ ﴿ وَاللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُ كُمُ شَيْشًا وَّلَا يَضُرُّ كُمْ ﴿ وَاللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُ كُمُ شَيْشًا وَّلَا يَضُرُّ كُمْ ﴿ وَاللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُ كُمُ شَيْشًا وَّلَا يَضُرُّ كُمْ ﴿ وَاللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُ كُمُ شَيْشًا وَّلَا يَضُرُّ كُمْ ﴿ وَاللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُ كُمُ شَيْشًا وَّلَا يَضُرُّ كُمْ ﴿ وَاللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُ كُمُ شَيْشًا وَّلَا يَضُرُّ كُمْ ﴿ وَاللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُ كُمُ شَيْشًا وَّلَا يَضُرُّ كُمْ وَاللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُ كُمُ مَا يَصُرَا اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُ كُمْ شَيْشًا وَّلَا يَضُرُّ كُمْ وَنَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُ كُمْ شَيْشًا وَّلَا يَضُرُّ كُمْ وَاللّٰهِ مَا لَا يُحْتَلَا مَا مُعَالِمَا مُولِولِ اللّٰهِ مَا لَا يَا لَا يُعْتَقَالًا وَلَا يَصُرُّ كُمْ وَاللّٰهِ مَا لَا يَعْ اللّٰهِ مَا لَا عَالَا مَا لَا اللّٰهِ مَا لَا لَا عَالَا مُعَالِمُ لَا يَعْ بَعْ مُعَالِمُ لَا عَالَا عَلَا عَلَا لَا لَا عَالَا عَالَا لَمَا لَا عَالَا لَا عَالَا عَالَا لَا عَلَا لَا عَالَا لَا عَلَا عَلَا عَمْ لَا عَلَا عَلَا عَلَا لَا عَلَا عَالَا عَلَا عَلَا

(۱۲۲) آیت ۳۱

﴿ قُلُ مَنْ يَّرُزُ قُكُمْ مِّنَ السَّهَآءِ وَالْأَرْضِ ﴾

'' کہددیجیے! کون ہے جوتمہیں آسان اور زمین ہےرزق دیتاہے؟''

اورسورهٔ سبامین ارشادفر مایا:

﴿قُلُمَنْ يَّرُزُقُكُمْ يِّنَ السَّلُوٰتِ وَالْأَرْضِ ۗ (آيت٢٢)

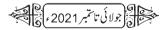
'' کہہ دیجیے! کون ہے جو تہمیں آ سانوں اور زمین سے رزق عطا کرتا ہے؟''

سوال بیہ ہے کہ دونوں آیتوں کامضمون اور معنی میساں ہے تو پھرایک جگہ السّبہ آء مفرد کے صینے کے ساتھ اور دوسری آیت میں جمع کے صیغے کے ساتھ کیوں لا ہا گیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ سورہ ایونس میں گو'السّبہ آء''اختصار کے ساتھ بیان ہوا ہے لیکن جو معنی مطلوب تصاوہ ادا ہو گیا ہے۔ سورہ سبا میں''السّبہ آء'' جمع کے صیغ کے ساتھ یعنی''السّبہ کو بیٹ''لایا گیا ہے اور اس میں پچھلی آیت کا لحاظ رکھا گیا ہے'فر مایا:







﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمُتُمُ مِّنَ دُونِ اللَّهِ ۚ لَا يَمُلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمُوٰتِ وَلَا فِي الْكَرُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمُوٰتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَالَهُمْ مِنْ اللَّهُمُ مِنْ ظَهِيْرٍ ﴿ ﴾

'' کہہ دیجیے!اللہ کے سواتم نے جومعبود بنار کھے ہیں'ان کو پکار کے دیکھ لاُ وہ تو آسانوں اور زمین میں ذرّہ برابر کسی چیز کی ملکیت نہیں رکھتے۔اور نہ ہی ان میں ہے کسی چیز میں ان کی شراکت ہے اور نہان میں سے کوئی اللہ کامد دگار ہے۔''

یہاں اللہ کے ساتھ ان کے مزعومہ شرکاء کی نفی کی گئی ہے اور پھراس کے بعد مذکورہ آیت ہے 'تو ایک آیت میں السّنہاؤت جمع کے صیغے کے ساتھ تھا تو دوسری آیت میں بھی اسی کی مناسبت سے جمع کے صیغے کے ساتھ لایا گیا۔

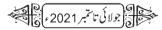
یہاں پھرسوال پیداہوتا ہے کہ پہلی آیت میں''السّبانوت'' جمع کے صیغے کے ساتھ کیوں لایا گیا جبکہ مفرد کے صیغے کے ساتھ بھی تو وہی معنی ادا ہوسکتا تھا؟ اور پھراس میں اختصار کا پہلو بھی شامل ہوجا تا۔

تواس کا جواب میہ ہے کہ ان آیات میں شرکاء کے تصرفات کی بھی نفی کی گئی ہے اور میہ کہ وہ کسی چیز کے کرنے پر قادر نہیں ہیں۔ اور جب نفی کی جائے تو اس میں مکمل نفی کرنے کے لیے عمومیت کا لحاظ کرنا ضروری ہے تو یہاں ''السّہ لموٰتِ '' کہا کہ وہ ذرہ برابر کسی چیز پر قادر نہیں ہیں' ایک آسان کیا' سارے آسانوں میں ان کا کوئی دخل نہیں' اور پھراسی مناسب سے الگی آیت میں بھی''السّہ لموٰت ''ہی لایا گیا۔ سورہ یونس میں میمناسب تھا۔ واللہ اعلم!

اضافهازمترجم

السَّمَاء (مفرد) اورالسَّهٰوٰت (جمع) كه درميان فرق كوعصرِ عاضر كها مع بى لغت وُاكُرُ فاضل صالح السامرائى نے بالكل دوسرے اندازے واضح كيا ہے اوراس ضمن ميں انہوں نے چند دوسرى آيات كا انتخاب كيا ہے ان كى رائے ملاحظہ ہو۔ سورۃ الانبياء ميں ارشاد فرمايا: ﴿ قُلَ رَبِّىٰ يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِى السَّمَاءُ وَالْاَرْضِ ﴾ ان كى رائے ملاحظہ ہو۔ سورۃ الانبياء ميں ارشاد فرمايا: ﴿ قُلَ رَبِّىٰ يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِى السَّمَاءُ وَالْاَرْضِ اللهِ اللهُ اللهِ اللهِ

(۱) ہروہ چیز جوتمہار ہےاو پر ہوأ سے سہاء کہا جائے گا تواس میں سارے آسان بھی داخل ہو گئے اور بادل' بارش'





نضاء بھی شامل ہو گئے۔ارشاد فرمایا: ﴿ اَنْوَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً ﴾ (الرعد: ١٧)'' آسان سے پانی نازل کیا۔''
سورۃ الانعام میں ارشاد فرمایا: ﴿ فَمَنْ یُورِ اللّٰهُ اَنْ یَہُوںِیَهٔ یَشْرَ حَصَلُ رَ لَالْاِلْسُلَامِ وَ مَنْ یُورِ اللّٰهُ اَنْ یَہُوںِیهٔ یَشْرَ حَصَلُ رَ لَالْالْسُلَامِ وَ مَنْ یُورِ اللّٰهُ اَنْ یَہُوںِیهٔ یَشْرَ حَصَلُ رَ لَالْسُلَامِ وَ مَنْ یُورِ اللّٰهِ مِن یَا چاہو اللّٰہ مِن صَلُ رَدُ مِنا چاہو اللّٰہ مِن اللّٰہ عَلَی السَّمَاءِ ﴿ (آیت ۱۵)' اور اللّٰہ مِن کو ہدایت دینا چاہو اس کے سینے کو اسلام کے لیے کشادہ کردیتا ہے اور جے گراہ کرنا چاہے تو اس کے سینے کو تنگ اور مشکل کردیتا ہے گو یا کہ وہ آسان کی مثال دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ مَنْ کَانَ یَظُنُ اَنْ لَنْ یَنْ فُرَ کَا اللّٰہُ اللّٰ اللّٰہُ اَنْ یَا لَیْ اللّٰہُ الللّٰہُ اللّٰہُ الللّٰہُ الللّٰہُ اللّٰہُ الللّٰہُ اللّٰہُ اللّٰہُ اللّٰہُ اللّٰہُ اللّٰہُ اللّٰہُ اللّٰہُ اللّٰہُ الللّٰہُ اللّٰہُ الللّٰہُ الللّٰہُ الللّٰہُ الللّٰہُ الللللّٰہُ الللّٰہُ اللّٰہُ الللّٰہُ الللّٰہُ الللّٰہُ الللّٰہ

(۲) جنس سَمّاء كهدكراس سے آسانوں میں سے ایک آسان بھی مرادلیا جاسکتا ہے جیسے سورة الملک میں ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَانُ زَیَّنَا السَّمَاءَ اللَّهُ نُیّا بِمُصَابِیْتَ ﴾ (آیت ۵)

''اورہم نے قریب ترین آسان کو چراغوں سے سجادیا۔''

سورة الحجرمين ارشا دفر مايا:

﴿ وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًامِّنَ السَّمَاءِ فَظَلُّوْ افِيْهِ يَعُرُجُونَ ﴿ ﴾

''اورا گرہم ان پرآ سان کا ایک درواز ہجھی کھول دیں اوروہ اس میں چڑھتے چلے جائیں۔''

اورآ یئے اب دوآیات اور لے لیتے ہیں جن میں بیفرق بخو بی واضح ہوجائے گا۔ یعنی بیرکہ''السَّمیآء'' کالفظ ''السَّبانی ہے'' کے مقاللے میں زیادہ وسیع معنی رکھتا ہے ۔سورہَ آل عمران میں ارشاد فرمایا:

﴿وَسَارِعُوٓا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّهٰوْتُ وَالْأَرْضُ ۗ أُعِتَّتُ لِللهُتَّقِيْنَ ﴾ ﴾ لِلْهُتَّقِيْنَ ﴾ ﴾

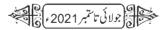
''اور دوڑ واپنے رب کی مغفرت کی طرف اور اُس جنّت کی طرف جس کی چوڑ اُئی سارے آسمان اور زمین ہیں اور جومتقی لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔''

اورسورة الحديد ميں ارشادفر مايا:

﴿ سَابِقُوۡۤ اللَّ مَغُفِرَةٍ مِّنَ رَّبِّكُمۡ وَجَنَّةٍ عَرُضُهَا كَعَرُضِ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ ٚٱعِتَّكَ لِلَّذِيۡنَ ٰامَنُوۡ ابِاللهِ وَرُسُلِهِ ۚ ذٰلِكَ فَضُلُ اللهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنْ يَّشَآءُ ۚ ﴾ (آيت ٢١)

''اورسبقت لے جاوَا پنے ربّ کی مغفرت کی طرف اورا لیک جنّت کی طرف جس کی چوڑ ائی آسان اور زمین کی چوڑ ائی کی مانند ہے اور جسے ان لوگوں کے لیے تیار کیا گیا ہے جو اللّٰد اور اُس کے رسولوں پر ایمان لائے۔اور بیاللّٰد کافضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔''

دوسری آیت کامفہوم (جس میں السّبہَاء کالفظ آیا ہے) پہلی آیت کے مضمون سے زیادہ وسعت رکھتا ہے کہ جہاں السّبہا وت آیا ہے۔اورا سے یوں واضح کیا جاسکتا ہے:







- (۱) ''سَابِقُوْا''(سبقت لے جاوَ) میں''سَارِ عُوْا''(تیزی سے بھاگو) بھی شامل ہے اور پھراس میں مزید آگے بڑھنے کا بھی رجمان یا یا جاتا ہے۔
- (۲) ''گَعَرْضِ السَّهَاَءِ''(آسان کے عرض کی مانند)جس چیز سے تشبیبہ دی جاتی ہے وہ مشبّہ سے زیادہ بڑئ بازیادہ خوبصورت ہوتی ہے۔
 - (٣) "لِلَّذِيْنَ الْمَنُو ا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ" كَتَعِير (مَتَّقِينَ "كَمقابله مِين زياده لوگون كوشامل ہے۔
 - (٣) "خُولِكَ فَضْلُ اللهِ" بياكمزيد فضيلت كابيان بج جوآل عمران كي آيت ميس بيان نهيس موار

تو ثابت ہوا کہ' السّباء'' کالفظ' السّباہ ت''سے زیادہ جامع ہے۔

(۱۲۳) آیت۳۳

﴿ كَذٰلِكَ حَقَّتَ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِينَ فَسَقُوٓ الْتَهُمُ لَا يُوَْمِنُونَ ﴿ ﴾ ''اس طرح آپ كرټ كى يەبات كەيەفات لوگ ايمان نہيں لائيں كے پورى ہوچى ہے۔'' اورسورة المؤمن ميں ارشادفر مايا:

﴿ وَكُنْ لِكَ حَقَّتُ كُلِّمَةُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوۤ النَّهُمُ ٱصْحُبُ النَّارِ ۞ ﴾

''اوراسی طرح آپ کے رب کی آیہ بات کہ گفار ہی آگ والے ہیں' پوری ہو چکی ہے۔'' یہاں دونوں آیات میں مین مین فروق ملاحظہ ہوں کہ جن کی وضاحت درکار ہے:

- را) پہلی آیت میں'' گان لیگ''سے پہلے حرف عطف'' و''نہیں ہے اور دوسری میں ہے۔
 - (۲) پہلی آیت میں فاسقین کا ذکر ہے اور دوسری آیت میں گفار کا۔
- (۳) پہلی آیت میں فاسقین کے لیے کہا گیا کہ وہ ایمان نہ لائمیں گے اور دوسری آیت میں گفار کے لیے کہا گیا کہ وہ اصحاب النّار ہیں۔

جواباً عرض ہے كه سورة يونس كى مذكورة آيات سے قبل بير يات ذكركى كئ بين:

﴿ قُلُ مَن يَرْزُو قُكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ﴾

'' کہدد سیجیے کون ہے جو تمہیں آسان اور زمین سے رزق عطا کرتا ہے؟''

﴿ أَمِّن يَمُلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ ﴾

'' یا کون ہےوہ جوتمہاری ساعت اور بصارت کا ما لک ہے!''

﴿ وَمَنْ يُّغُرِجُ الْحَتَى مِنَ الْمَيِّتِ وَيُغُرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَتِي ﴾ ... >

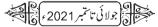
''اوركون ہے جومُردے سے زندہ كو تكالتا ہے اور زندہ سے مُرد سے كو تكالتا ہے؟'' ﴿ وَمَنْ يُتُك بِبِّرُ الْاَمْرَ ﴿ فَسَيَقُولُوْنَ اللّٰهُ * فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُونَ ۞ ﴾

''اورکون ہے جوتمام کاموں کی تدبیر کرتاہے' تو وہ کہیں گے''اللہٰ''! تو پھراُن سے کہیں کہتم کیوں نہیں ڈرتے؟''

هرورن چه او ما یا: پھر ارشا و فرمایا:







﴿ فَنَا لِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقِّى ۚ فَمَا ذَا بَعُلَ الْحَقِّى إِلَّا الضَّلَالُ ۚ فَأَنَّى تُصْرَ فُونَ ﴿ ﴾ ''تو پھریپی تو اللہ ہے تمہارا حقیق رب! اور پھر حق کے بعد کیا رہ جاتا ہے سوائے گمراہی کے؟ تو پھر کہاں ہے گھومے پھرے جاتے ہو؟''

یہاں ان لوگوں کا بیا قرار بتا یا جارہا ہے کہ وہ رزق اور خلق دونوں کی نسبت اللہ ہی کی طرف کرتے ہیں اور اگر ایسا ہے تو پھراس پرایمان لانے میں کیا امر مانع ہے؟ اور چونکہ ساری نشانیاں دیکھنے کے باوجود بیا یمان نہیں لائے تو یہ کہنا مناسب تھا کہ ان کے بارے میں اللہ کا بی تھم پورا ہوا کہ بیا یمان نہیں لائیس گے۔واؤ العطف اس لیے نہیں لا یا گیا کہ ان لوگوں کے ذکر سے پہلے ان جیسی کسی دوسری قوم کا ذکر نہیں کیا گیا جن پر کلمہ عذاب ثابت ہو چکا ہو۔ انہیں فاسق اس لیے کہا گیا کہ انہیں مع و بصری نعمتیں عطا کی گئیں اور پھر انہوں نے اللہ کی ربوبیت کا اقر اربھی کیا تھا۔ اس کے باوجودوہ تصدیق یعنی ایمان لانے کی نعمت سے محروم رہے۔ گویا ان کا بھی وہی حال تھا جوسورۃ البقرۃ میں بیان ہوا ہے:

﴿ اُولِیْکَ اللَّهِ اِنْ اَنْ اللّٰہُ اللّٰہِ اللّٰہُ اللّٰہِ اللّٰہُ کا اللّٰہُ ال

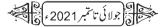
حراو دیت امیں ہیں است کے بدلے گراہی کوخریدتے ہیں۔'' ''یہوہ لوگ ہیں جو ہدایت کے بدلے گراہی کوخریدتے ہیں۔''

یعنی پہلوگ ایمان لانے کے بہت قریب تھے لیکن ایمان لاتے لاتے رہ گئے۔اس لیےان لوگوں پرفسق کالفظازیادہ بہتر طریقہ سے صادق آتا ہے۔

دوسری قابلِغوربات میہ ہے کہ یہاں ان کے کفر کا ذکر ہے 'سورۂ یونس کی طرح فسق کانہیں۔اوروہ اس لیے کہ سورۂ غافر میں سورۂ یونس کی مانندان نشانیوں اور سمع وبصر کی قوتوں کا ذکر نہیں کیا گیا جس سے عبرت حاصل کی جاسکتی







ہو۔ گودونوں سورتوں کا مذعاایک ہے کہ گفار اور فاسقین دونوں پر اللہ کے عذاب کی مہر ثبت ہو چکی ہے 'لیکن دونوں سورتوں کے انداز بیان میں فرق روارکھا گیا ہے 'سورہ غافر میں آغاز کلام ہی ﴿عَلَی الَّذِیثِیٰ کَفَرُ وَۤ ا ﴾ ہے ہوا تھا اس لیے کیلئے اُلْعَیٰ الیّن بین عدیجی ﴿عَلَی الَّذِیثِیٰ کَفَرُ وَ ا ﴾ کا افاظ لائے گئے۔ اور سورہ یونس میں چونکہ عبرت حاصل کرنے کے ان تمام ذرائع کا ذکر کیا گیا تھا کہ جوا بیان لانے میں مددگار ہو سکتے تھے 'لیکن لوگوں نے اس سے فائدہ نہ اٹھا یا تو وہ فسق کے مرتبہ کا تھا ، کہ حوارث نوعیت کا بھی ہوسکتا ہے کہ صرف معصیت تک محدود رہ تو ایسا تخص پھر بھی دائرہ ایمان میں رہ جا تا ہے' اور فسق بڑی نوعیت کا بھی ہوسکتا ہے کہ وہ دائرہ ایمان سے خارج ہوجائے اور کفر کا مرتب کا تھا' کہ انہیں عبرت ہوجائے اور کفر کا مرتب کا تھا' کہ انہیں عبرت حاصل کرنے کے مواقع حاصل ہوئے لیکن انہوں نے ان سے فائدہ نہیں اٹھا یا' اس لیے ان پر بھی مہر عذاب ثبت ہوگئی۔

ہماری اس وضاحت سے تینوں سوالات کے جوابات نکھر کر سامنے آ گئے ہیں اور واضح ہو گیا ہے کہ ہر دو سورتوں کےمضامین اورالفاظ اپنی اپنی جگہ مناسبت رکھتے ہیں۔واللّٰداعلم!

(۱۲۳) آیت۵۵

﴿ٱلَآ إِنَّ يِنْهِمَا فِي السَّمْوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ ٱلَآ إِنَّ وَعُنَاللهِ حَقَّ وَّلْكِنَّ ٱكْثَرَهُمُ لَا يَعُلَمُونَ ۞﴾

'' یا در کھو کہ اللہ ہی کے لیے ہے جو کچھآ سانو ں اور زمین میں ہے۔ یا در کھو کہ اللہ کا وعدہ حق ہے کیکن ان میں سے اکثر لوگ ناوا قف ہیں۔''

اور پھرارشادفر مايا:

﴿ ٱلَّا إِنَّ لِللهِ مَنْ فِي السَّلْمُوْتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ ۗ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِينَ يَلْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ شُرَكَآءَ ۗ﴾ (آيت٢١)

'' یا در کھواللہ ہی کے لیے ہے جو بھی ہے آسانوں میں اور جو بھی ہے زمین میں' اور اللہ کو جھوڑ کروہ کن شریکوں کی پیروی کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔''

اوراس کے بعدارشا دفر مایا:

﴿ قَالُوا اتَّخَنَ اللهُ وَلَكًا سُبُحَنٰهُ ۚ هُوَ الْغَنِيُّ ۚ لَهُ مَا فِي السَّهٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ إِنْ عِنْكَ كُمْ مِّنْ سُلُطْنِ ۚ بِهٰنَا ۗ ﴾ (آيت ٦٨)

''اورانہوں نے کہا کہ اللّٰہ نے اپناایک بیٹا بنارکھا ہے اللہ ان باتوں سے پاک ہے وہ تو بے نیاز ہے اس کے لیے وہ سب کچھ ہے جوآ سانوں میں ہے اور وہ سب کچھ جوز مین میں ہے تو کیا تمہار سے پاس اس دعویٰ کی کوئی دلیل ہے؟''

یہاں دوسوال ابھرتے ہیں:

(١) كِبلَى آيت مين 'مَا فِي السَّهُوتِ "ك بعد 'مَا فِي الْأَرْضِ" نبين كها كيا صرف 'فِي الْأَرْضِ" كها







گیا'جب که تیسری آیت میں''مَا فی الْاُدْ حِن'' کے الفاظ ہیں۔

(٢) دوسرى آيت مين 'مّن في السَّمهٰوتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ ''لايا گيايعنٰ 'مّنُ '' كالفظ ہے بجائے''مَا'' کے تواس کی کیاوجہ ہے؟

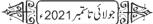
يهلي وال كاجواب بيه بيه كه بهلي آيت ت قبل فرمايا تها: ﴿ وَلَوْ أَنَّ لِكُلِّ نَفْسِ ظَلَمَتْ مَا فِي الْأَرْضِ میں ہےتووہ اسے دے کراپنی جان چھڑانے کی کوشش کرے گی۔''لیکن وہ ایسانہ کرسکے گی کیونکہ جو کچھآ سانوں اور زمین میں ہےوہ اللہ ہی کے لیے ہے۔﴿ أَلَآ إِنَّ لِلْهِ مَا فِي السَّلْوٰتِ وَ الْأَرْضِ اللَّهِ ابِ وَهَلَهُ اس آیت کا تعلق بچھلی آیت کےمضمون سے تھا جہاں لفظ''میا'' لا یا گیا تھا تو یہاں بھی''میا''لا یا گیااور چونکہاس سےمقصود حاصل ہور ہا تھااس لیے یہاں''فی اُلاَ رُضِ'' کے بجائے''وَ الْاَرْضِ''لا نابھی کافی تھا۔اوروہ اس لیے بھی کہ اگلی آیت (نمبر ۲۸) میں''فِی الْاَرْضِ'' کہہ کراس کی تکرار کی جانے والی تھی۔اوراس تکرار کی وجہ یہ بنی کہ آیت ۲۸ کا آغاز گفار کے اس دعویٰ ہے ہوتا ہے: ﴿ قَالُوا ا تَخَفَّ اللّٰهُ وَلَكَّا ﴾ ' انہوں نے کہا کہ اللہ نے (اپنے ليے) بيٹا بنايا ہے''۔اوراس دعویٰ کی نفی کے طور پر کہا گیا کہ ایسے کیسے ہوسکتا ہے: ﴿ هُوَ الْغَیْرَیُ لَهُ مَا فِی السَّلمُونِ وَمَا فِي الْأِرْضِ ﴾'' وہ تو بے نیاز ہے۔اوراس کے لیےوہ سب کچھ ہے جوآ سانوں میں ہےاوروہ سب کچھ ہے جو زمین میں ہے۔''

اور ملا حظہ ہو کہ قر آن میں جہاں مشرکین کا بیقول آیا ہے وہاں سختی ہے اس کی تر دید کی گئی ہے اور اس کے بعد اللّٰدے ما لک ہونے کا وصف بیان کیا گیاہےاورز مین وآ سان میں ہر چیز اس کی ملکیت قرار دی گئی ہے ٔ مثال کےطور يرسورهُ مريم كى آيات ملاحظه مول: ﴿ وَقَالُوا التَّحَنُّ الرَّحْمٰنُ وَلَدًّا ﴿ ﴾ ' اورانهول نے كہا كه (الله) الرحمٰن نے بیٹا (یعنی اولاد) بنا کر رکھا ہے''۔اور پھراس بات کی تر دیدان سخت الفاظ کے ساتھ کی گئی:﴿ لَقُلْ جِئْتُهُم شَيْعًا إِدًّا ﴿ ﴾ ' نِقِينًا تم برى بهارى چيز لے كرآئ مو' - ﴿ تَكَادُ السَّمَوْتُ يَتَفَطَّرُنَ مِنْهُ وَتُنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْحِبَالُ هَتَّا ۞﴾ '' قريب ہے كه (اس قول كى بناير) آسان پيٹ جائيں' زبين شق ہوجائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہوجائیں''۔﴿ أَنْ دَعَوْ الْلِلَّ مُحْنِ وَلَكَا ۞ ۗ '' کہ وہ رخمٰن کے لیے اولاد کا اثبات کررہے ہیں۔'' ﴿ وَمَا يَنْهَبُونِي لِلرَّحْمِنِ أَنْ يَتَعْجِنَ وَلَمَّا ﴾''اور رحمٰن کی شان کے لائق نہیں کہ وہ اولاد بنا کر ر کھے''۔ کیونکہ جو پچھز مین وآسمان میں ہے وہ اُس کی ملکیت میں ہے۔﴿ إِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّهٰ وَتِ وَالْأَرْضِ اِلَّا أَتِي الرَّا مُهِنِ عَبْدًا ﴿ ﴾ " آسانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے وہ سب اللہ کے غلام بن کر ہی آنے والے ہیں۔' یعنی الله سبحانه و تعالی اولاد سے بے نیاز ہے' اُسے کسی چیز کی حاجت نہیں ہے' اور اس لیے ﴿مَا فِی السَّمَوْتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ اللَّهِ كَيْكُرار كساتها سمضمون كوبيان كيا كيا-

اب تيسرے سوال كى طرف آئين' كه آيت ٢٦ ميں بجائے''مَا''كے ﴿مَنْ فِي السَّهُوتِ وَمَنْ فِي الْکَرْضِ﴾ کا انداز کیوں اختیار کیا گیا ؟ تو اس کے جواب میں عرض ہے کہ اس آیت سے ماقبل ملاحظہ ہو: ﴿ وَلَا







تَحُونُنَكَ قَوْلُهُمْ الله عَلَيْ النعام مِن ارشاد فرمایا: ﴿قَلُ نَعْلَمُ اِنَّهُ لَیَحُونُنُكَ الّذِی یَقُولُونَ فَاللّهُمُ لَا جَارِها ہے جیسے کہ سورۃ الانعام مِن ارشاد فرمایا: ﴿قَلُ نَعْلَمُ اِنّٰهُ لَیَحُونُنُكَ الّذِی یَقُولُونَ فَاللّهُمُ لَا یَکُونَ اللّه کَا الله کَا اللّه کَا اللّه کَا الله کَورُو الله کَورُو الله کِ الله کَا الله کَا الله کَا الله کَورُو الله کَورُو الله کَورُو الله کَا الله کَورُو الله کَا الله کَورُو الله کَورُو الله کَا الله کَا الله کَا الله کَورُو الله کَورُو الله کَا الله کَا الله کَا الله کُورُو الله کَا الله کَا الله کُورُو الله کَا الله کُورُو الله کَا الله کَا الله کُورُو الله کَا الله کُورُو الله کَا الله کُورُو الله کُورُو الله کَا الله کُورُو الله کُورُو الله کُورُو الله کُورُو الله کُورُو الله کَا الله کُورُو الله

'' یا در کھو کہ اللہ ہی کے لیے ہے جو بھی آ سانوں میں ہے اور جو بھی زمین میں ہے۔''

﴿ ٱلَّا إِنَّ يِلْهِ مَنْ فِي السَّهٰوٰ تِ وَمَنْ فِي ٱلْأَرْضِ ۗ ﴾

''مَنِ'' ہے اشارہ ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے زمین وآسان کے لشکر ہیں کہ جن کے ذریعے وہ تبہاری مدد کرے گا'اور چونکہ رسولوں کی مدد ملائکہ اور اہلِ ایمان سے ہی کی جاتی ہے اس لیے''مَنِ '' کا لفظ لایا گیا جوعقلاء (انسان' جن' فرشتے) کے لیے استعال ہوتا ہے' اور پھر''مَنِ فِی الْآرُضِ'' سے مضمون میں اور زیادہ تاکید کا پہلوغالب آگیا۔

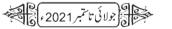
اوریوں واضح ہو گیا کہ ہرسہ آیات میں جو بھی الفاظ اور کلمات آئے ہیں وہ اپنی اپنی جگہ بالکل مناسب ہیں اور اگراس کا ألٹ ہوتا توغیر مناسب ہوتا۔واللہ اعلم!

£3 £3 £3

بقيه:حرف إوّل

ڈاکٹر رشید ارشد نے رجوع الی القرآن کورس پارٹ II کی کلاس میں احیاءعلوم کے باب العلم' باب المراقبه والمحاسبه کے علاوہ چنداور ابواب کاعر بی text کے ساتھ مطالعہ کروا یا اور تشریح کی اور بہت ہی فکری گراہیوں اور دینی انحرافات کا تجزیع کمی انداز میں کیا۔ رمضان المبارک میں تر اور کے بعد تقریباً ایک گھنٹے کے لیکچر باب الصبر والشکر پر On Line دیے جو ریکارڈ کیے گئے۔ انہوں نے تفہیم و تنقیدِ فکر جدید کو مسلسل جاری رکھنے کے لیے دعور کارڈ سے کہ دین میں کے احیاء کے لیے میلمی کاوشیں بارآ ور ہوں اور اللہ تعالی انہیں شرف قبولیت سے نوازیں۔ آمین یارت العالمین!









ترجمهٔ قرآن مجید

معصرفى ونحوى تشريح

افادات: حافظ احمد يارم حوم

ترتيب وتدوين:لطف الرحمٰن خان مرحوم

سورة هود

آيات ٢٦ تا٢٩

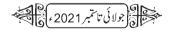
﴿وَقِيْلَ يَا رَضُ ابْلَعِي مَا الْحِوْلِسَمَا الْمَالِهِ وَيَالَى الْمَاءُ وَقُضِى الْاَمُو وَاسْتَوَتُ عَلَى الْبُوْدِيِّ وَقِيْلَ يَا لِلْقُومِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿ وَتَالَّى الْوَحُ وَتَبَهُ فَقَالَ رَبِّ إِنَّ الْبَيْ عَلَى الْبُوْدِيِّ وَقِيْلَ الْمُعُودِيِّ وَقِيْلَ الْمُعُومِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿ وَتَلَاى الْمُوحُ النَّهُ لَيُسَ مِنْ الْمُلِكَ وَإِنَّ وَعُمَكَ الْحَالَةُ وَكُمُ الْحَكِمِيْنَ ﴿ وَانَّ وَعُمَكَ الْحَيْفِ مِنْ الْمُلِكَ وَانَّ وَعُمَكَ الْحَلَى الْمُلِكَ وَانَّ وَعُمَلَ الْمُلِكَ وَانَّ وَعُمَلَ الْمُنْ الْمُلِكَ الْمُنْ الْمُلِكَ وَانَّ وَعُمَلَ الْمُنَا الْمُلْكَ مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمُ وَاللَّهُ وَاللَّهُ وَمُنْ الْمُلِينَ ﴿ وَالْمَدُ اللَّهُ الللَّهُ اللَّهُ الللَّهُ الللَّهُ الللَّهُ اللَّهُ الللَّهُ اللَّهُ الللَّهُ اللَّهُ اللللَّهُ الللَّهُ الللَّهُ الللَّهُ الللَّهُ الللَّهُ اللَّهُ اللللَّهُ الللَّهُ اللَّهُ الللَّهُ الللَّهُ الللَّهُ الللَّهُ الللَّهُ اللللَّهُ الللَّهُ الللَّهُ الللَّهُ الللَّهُ الللَّهُ الللَّلْمُ الللللَّهُ اللللَّهُ اللللَّ الللللَّهُ الللللَّا

<u>بلع</u>

بَلَعَ يَبْلَعُ (ف) بَلَعًا : كَن كُونَكُناـ إَبْلَعُ (فعل امر): تونگل ـ زيرمطالعه آيت ٣٨

<u>ق ل ع</u>

قَلَعَ يَقُلَحُ (ف) قَلْعًا: کسی کومعزول کرنا کسی ہے کچھ چھیں لینا۔ اَقْلَعَ (افعال) اِقْلَاعًا: کسی چیزیا کام کوچھوڑنا 'رک جانا۔







أَقُلِعُ (فعل امر) : توجيورُ ، تورك جا_زيرمطالعه آيت ٢٨

غىض

غَاضَ يَغِيُضُ (ض)غَيُضًا : كم مونا سكرنا (لازم) كم كرنا كيرنا (متعدى) ﴿ اَللّهُ يَعْلَمُ مَا تَخِيضُ الْآ دُحَامُ ﴾ (الرعد: ٨) "الله جانتا ہے اس كوجوا ٹھاتى ہے ہر مادہ اور اس كوجو سير تي ہيں بچيدانياں ـ "اورزيرمطالعه آيت ٣٣

<u>جو د</u>

جَادَ يَجُوُدُ (ن) جُوُدَةً :عمره ہونا' بہترین ہونا۔

جَوَّادٌ (صفت) : عده بہترین _ (مذکر ومؤنث دونوں کے لیے)اس کی جمع انسان کے لیے اَجُوَادٌ اور گوڑے کے لیے جِیَّادٌ ہے۔ ﴿ إِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصَّفِينْتُ الْجِيَادُ ﴿ ﴾ (صَ)''جب پیش کیے گئےانٌ پرشام کو بہترین گھوڑے۔''

جُوْدِيٌّ (اسم نسبت):عمرگی والا _

آڭچۇدچى (اسمىلم):ايك پېاڑى كانام ـ زيرمطالعهآيت٣٣

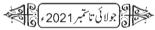
تركيب:

آیت ۳۳) بُغیّا فعل محذوف کامفعول مطلق ہے اس کیے حالتِ نصب میں ہے۔ (آیت ۳۳) ﴿ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ﴾ میں اِنَّ کا اسم فاک شمیر ہے۔ لَیْسَ کا اسم اس میں شامل ضمیر ہے اور اس کی خبر محذوف ہے۔ مِنْ اَهْلِكَ قَائَم مقام خبر ہے۔ ﴿ إِنَّهُ حَمَلٌ عَيْرُ صَالِح ﴾ میں اِنَّ کا اسم فاک شمیر ہے اور عَمَلُ اس کی خبر ہے جبکہ عَیْرُ صَالِح ﴾ میں اِنَّ کا اسم فاک شمیر ہے اور عَمَلُ اس کی خبر ہے جبکہ عَیْرُ صَالِح اس کا بدل ہے۔ یہاں فاکی شمیر کے لیے دورائے ہیں۔ ایک یہ کہ یہاں بھی فاک شمیر حضرت نوح علیا اس کے بیٹے کے لیے ہے۔ ایس صورت میں کہتے ہیں کہ عَمَلُ یہاں پر دراصل ذُوعَمَلٍ کے معنی میں آیا ہے۔ دوسری رائے یہ جب اس کا جب ہے۔ اس رائے کی تائید آیت کے اگلے جملے سے ہوتی ہے۔ اس لیے ترجمہ میں ہم دوسری رائے کو ترجیح دیں گے۔ (آیت سے می) اِلَّا دراصل اِنُ لَا ہے اس لیے تَعْفِرُ اور اس لیے ترجمہ میں ہم دوسری رائے کو ترجیح دیں گے۔ (آیت سے می) اِلَّا دراصل اِنُ لَا ہے اس لیے تَعْفِرُ اور اس کے جہ میں اور آگئی جواب شرط ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے۔

ترجمه:

ێٙٲۯؙڞؙ: اے زین مَآ اَكِ : اینا پانی آفیلعی : توکھم جا الۡمَآ ءُ: پانی کو الۡاَکْمُو : جَمَّمُ کو عَلَی الۡجُوُدِی ّ : جودی (پہاڑ) پر عَلَی الۡجُودِی ّ : جودی (پہاڑ) پر

ا بُلَعِیْ: تونگل جا وَیْسَهَآءُ: اورا ہے آسان وَغِیۡضَ : اورکم (یعنی خشک) کیا گیا وَقُضِیٰ : اور پورا کیا گیا وَاسْتُوَٹُ : اوروہ (یعنی شقی)مشمکن ہوئی







وَقِيْلَ : اوركها كيا

ىْغَدَّا: دورى ہو وَنَادٰی:اور پکارا دَّتِهُ :ایخِرتُ کو إِنَّ ابْنِيْ: بِشُك ميرابيثا وَإِنَّ وَعُدَاكَ : اور بِي شك تيراوعده وَ أَنْتَ: اورتو قَالَ يٰنُو مُ :اس نَے کہا:اےنوحٌ مِنْ أَهْلِكَ: تيرے گھروالوں میں سے غَيْرُ صَالِحٍ: صالح كے علاوہ ہے مَالَيْسَ:اسكانبيسب عِلْمٌ : كُولَى عَلَم أَنْ تَكُونَ: كُه (كہيں) تو ہوجائے قَالَ رَبِّ: انہول نے کہا: اے میرے ربّ أَنْ أَسْتُلُكُ: (اس سے كه) ميں سوال كروں به عِلْمٌ: جس كاكوني علم وَ تَرْ حَمْنِتَى : اوررهم نه کیا مجھ پر قِينَ الْخُسِيرِيْنَ: خسارہ پانے والوں میں سے اهْبط: آپِّارْي مَّتَّا: ہاری طرف سے عَلَيْك: آبٌ يربي رِّمْتَ جِ : ان میں سے جو وَ أُمَّدُّ : اور يَحْهامتين بين ثُمَّرَ يَمَسُّهُمْ : كِيرجِيونَ كَان كُو عَنَىٰابٌ ٱلِيُحُرِ: ايك در دناك عذاب مِنْ أَنْبَاء الْعَيْبِ عَيب كَيْرون مين سے إلَيْك: آبُكَ كَاطرف

وَقَدُلُ : اوركها كيا لِّلْقَوْمِ الظَّلِمِيْنَ ظِلْمَ كَرِنْ وَالْقُومِ كَلِي نُ مُحُ: نوحٌ نے فَقَالَ رَبِّ: توكها: الصمير اربِّ مِنْ أَهْلِي : ميرے گھروالوں ميں سے ہے الْحَقَّ: حَقّ ہے أَحْكُمُ الْحُكِيدِينَ:سبت براحاكم ب إِنَّهُ لَيْسَ: يقينًا وهُ بيس ہے إِنَّهُ عَمَلُّ: بِشَك يه (يكارنا) ايك ايسامل بجو فَلَاتَسْئُلْن: پنتوسوال نه كرمجهت لَكَيِه: ترك ليبس إِنِّيَّ أَعِظُكَ : بِشَكَ مِين تَصِيحت كرتا مون تجهوكو مِنَ الْجِهلِيْنَ: جاہلوں میں سے إِنِّيۡ أَعُوۡذُ بِكَ : بِشَكَ مِن تيرى بناه مِن آتا ہو<u>ل</u> مَالَيْسَ لِي: اسكانهيں ہميرے ليے وَإِلَّا تَغْفِرُ لِي : اورا كُرتُونِ نه بخشا مجھ كو ٱكُرِجِ : توميں ہوجاؤں گا قَيْلَ يٰنُوْ حُ: كَهَا كَيا: الْفُوخُ بسّلمِد :سلامتی کےساتھ وَبَرَ كٰتِ: اورائي بركتوں كے ساتھ جو وَعَلَى أُمَدٍ : اوران أمّتول يربيل مَّعَكَ: آتِّ كساته بين سَنُهَتِّعُهُمْ : مم فائده دیں گےان کو مِّتًا: ہاری طرف سے تلك: به نُوْجِيْهَا : ہم وحی کرتے ہیں ان کو



ٱنُتَوَلَا قَوْمُكَ: آپُاورنه آپُ کَ تَوم فَاصْدِرْ: لِس آپُ ثابت قدم رئیں لِلْهُ تَقِفْدُنَ: مُتَقَى لُوگُول كے ليے ہے مَا كُنْتَ تَعُلَّهُهَا: آپُنِيں جانے تھان کو مِنْ قَبْلِ هٰ ذَا : اس سے پہلے سے إِنَّ الْعَاقِبَةَ : يقينًا (بھلا) انجام

نوت: حضرت نوح علیا کے بیٹے کا قصّہ بیان کر کے اللہ تعالی نے یہ بتایا ہے کہ اس کا انصاف کس قدر بے لاگ ہے۔ مشرکین ملّہ بیسیجھتے سے کہ ہم خواہ کیے ہی کام کریں ہم پر خدا کاعذاب نہیں ہوگا 'کیونکہ ہم حضرت ابراہیم علیا کی اولا دہیں۔ یہودیوں اورعیسا نیوں کے بھی ایسے ہی کچھ گمان ہیں۔ اور بہت سے غلط کارمسلمان بھی اس قسم کے جھوٹے بھر وسوں پر تکیہ کے ہوئے ہیں کہ ہم فلال کی اولا دہیں ان کی سفارش ہم کوخدا کے انصاف سے بچالے گ۔ کیکن یہاں یہ منظر دکھایا گیا ہے کہ ایک جلیل القدر پنج ببرا پنی آنکھوں کے سامنے اپنے گئے۔ جگر کوڈو جہوئے دیکھتا ہے اور تڑپ کر بیٹے کی معافی کے لیے ورخواست کرتا ہے۔ لیکن یہ دعا کام نہ آئی اور باپ کی پنج بری بھی ایک بر عمل بیٹے کوعذاب سے نہیں بچ سکی۔ (تفہیم القرآن)

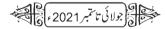
آبات ۵۰ تا۲۰

﴿وَإِلَى عَادٍ آخَاهُمُ هُوُدًا وَالَى يَقُومِ اعْبُكُوا اللهُ مَا لَكُمْ مِّنْ الهِ عَيْرُهُ وَانَ انْتُمُ اللّهُ مَا لَكُمْ مِّنْ اللّهُ مَا لَكُمْ مِّنْ اللّهُ مَا لَكُمْ مِّنْ اللّهُ مَا لَكُمْ مِنْ اللّهُ مَا لَكُمْ عَلَيْهِ اجْرًا وَاللّهُ اللّهُ اللّهِ اللّهُ اللهُ اللّهُ اللهُ ال

<u>ن ص و</u>

نَصَايَنْصُوْ (ن) نَصْوًا: كَيْ وبيشانى تَ بَكِرْنا ـ

نَاصِيَةٌ (جَ)نَوَاصِيْ: پيثاني يا پيثاني كے بال ـ زير مطالعه آيت ٥٦ ـ اور ﴿فَيُوْخَذُ بِالنَّوَاصِيُ







وَالْأَقْدَاهِ ٣﴾ (الرحن) ' (مجرانہیں ککڑا جائے گاپیثانیوں سے اور قدموں سے۔''

عَنُكَ يَغَنُكُ (ك) عُنُهُ دًا: شَمَىٰ كرنا-مُخالفت كرنا-

عَنتُكُ (فعيل كےوزن يرصفت): دشمني كرنے والا يعني شمن مخالف زيرمطالعه آيت ٥٩

(آیت ۵۰) گزشته آیت نمبر ۲۵ کے لَقَانُ اَرْسَلْمَنَا پرعطف ہونے اوراس کامفعول ہونے کی وجہ سے أَخَا حالتِ نصب میں ہے اور اَخَا کا بدل ہونے کی وجہ ہے مُوّد دًا بھی حالتِ نصب میں ہے۔ (آیت ۵۲) ٱلسَّهَاءَ مؤنث ساعی ہےاوراس کا حال مِنْ دَارًا مذکرآ یا ہے۔اس کی وجہ بیہ ہے کہ مِفْعَالٌ کا وزن مذکر مؤنث دونوں کے لیے آتا ہے۔ (آیت ۵۵) کِیْلُوْافعل امر کے جمع کاصیغہ ہے۔

ترجمه:

وَإِلَّى عَادِ : اور (بِ شك بم بينج حك بير) عاد کی طرف

هُ دُا: بودركو

اغْتُدُوا اللَّهُ :تم بندگي كرواللَّه كي قِينَ إليهِ: كُونَى بَهِي اللهِ

إِنْ أَنْتُهُمْ بِنهِينِ هُوتُمْ يْقَوْ هِ :اكميري قوم

عَلَيْهِ أَجُرًا :اس يركونُي معاوضه إِلَّا عَلَى الَّذِي : مَراس يرجس نے

أَفَلَا تَعُقِلُونَ: تُوكياتُم عَقَلَ نَهِين ركتے اسْتَغْفِرُوْا :تم مغفرت مانكو

ثُمَّ تُوْيُوْ الِكَيْهِ: كِيرتم بِلْوْاس كَ طرف

السَّمَاءَ: آسان كو

مِّنُ رَارًا: موسلادهار موت موئ قُع یَّ : بلحاظ قوت کے

وَلَا تَتَوَلُّوا : اورروگردانی مت کرو

أخَاهُمُ :ان كِ بِمَا كُ

قَالَ رُقَةُ مِر : انہوں نے کہا: اے میری قوم مَالَكُمُ بتمهارے لينہيں ہے غَدُوْكُا:اس كےعلاوہ اللَّا مُفْتَرُونِينَ: مَكَرَكُهُمْ نِهِ واللَّهِ لَا أَسْئَلُكُمْ : مِينْ بِينِ مَا نَكَاتُم سے

> إن أجرى بنيس إرراجر فَطَرِيْ: پيداكيا مجهوكو

وَيْقُوْمِ : اوراك ميري قوم

رَبَّكُمُ :ایزربِّے

يُرُسِلِ:تووه بَصِحِ گا عَلَيْكُمُ :تم ير

وَّيَزِ ذُكُمُ : اوروه زياده كرے گاتم كو

إلى قُوَّتِكُمُه:تمهارى (موجوده) قوت كى

طرف(یعنی پر)

ھُجُر مِی اُن : جرم کرنے والے ہوتے ہوئے

حجوا كا الله المبر 2021ء كالمحجمة





مَاجِئُتَنَا: آئِنْہِیں آئے مارے یاس وَّ مَا أَنْحُرِ إِن اور هم نهيل هيل عَنْ قَوْلِكَ: آيُك بات سے لَكَ بِمُوْمِنِيْنَ: آبُكَ بات مان والے إِلَّا اعْتَرْكَ: مَّر (يدكه)لاحق موآتِكو سُوِّهِ:بری طرح سے أُشْهِنُ اللهَ: كُواه بنا تا بهون الله كو أَيْنَ بَرِئَ ءُ : كه مَين برى مون مِنْ دُونِهِ: اس كے علاوہ سے جهینگا:سب کےسب لَا تُنْفِطِرُ وْنِ: تَم لوك مهلت مت دومجه عَلَى اللهِ: الله ير وَرَبِّكُمْ : اورتمهارارب ب إِلَّا هُوَ :مَّر(به كه)وه بنَاصِيَتِهَا :اس كى بيشانى كو عَلَى صِرَ اطٍ مُّسْتَقِيْمٍ نايكسيد كاراه برب فَقَلُ أَبُلَغُتُكُمُ : توتحقيق ميں پہنچا چکا ہوں تم کو الَّتُكُمُّهُ:تمهاري طرف رَبِّيْ:ميرارب غَيْرَ كُمْهِ :تمهارےعلاوہ شَنْعًا: کچھجی عَلَى كُلِّ شَيْءٍ: ہر چیزیر وَلَتَّا جَاء : اورجب آيا

27

نَجَّیْنَا هُوْدًا : ہم نے نجات دی ہوڈ کو أَمَنُهُ المَعَهُ: ايمان لائ انَّ كساته مِّتًا: ہاری طرف سے

قَالُوْ اليَّهُوْ دُ: لُولُول نِي كَها: الم مودِّ بِبَيّنَةٍ : كسى واضح (دليل) كساتھ بتَارِي ٓ الهَتِنَا:ايخ ضداوَل وجيور في وال وَمَا نَحُنُ : اور ہم نہیں ہیں إِنْ نَّقُولُ: ہم نہیں کہتے بَعْضُ الِهَتِنَا: جارے خداؤں میں سے کوئی قَالَ إِنِّيِّ : انهول نے کہا: بے شک میں وَاشْهَلُوا : اورتم لوك كواه ربو هِمَّا تُشْمِرِكُونَ: السعيدةِ الكَّريك كرتيهو فَكِيْكُوْنِيْ: پستم لوگ جالبازي كرومجھت ثُمَّ : پُر إنَّىٰ تَوَكَّلُتُ: بِشُكُ مِينَ نِهِ بَعْرُوسِهُ كَمِياً رَ تِیْ:جومیرارب ہے مَامِنُ دَآبَةِ بَهِين بِكُولَى بَهِي عِلْنِ والا ا خنَّ: پکڑنے والا ہے إِنَّ رَبِّيْ: بِشُك ميرارب فَإِنْ تَوَلَّوْا: كِيراكَرَتم لوك منه موڑوك مَّنَا أُرُسِلْتُ بِهَ: وه مين بيجا گياجس كساتھ وَيَسْتَخْلِفُ: اور جانثين كرے كا

وَلَا تَصُرُّ وْنَهُ: اورتم لوَّك نقصان نهيں بهنجاؤ گےاس کو إِنَّ رَبِّيْ: بِشِك ميرارب حَفِيْظُ: نَلْهان بِ

قَهُ مَّا: ایک قوم کو

أَمْرُ نَأ : بهاراتُهُم وَّالَّانِينَ : اوران کوجو

بر مُحْمَةِ : ايك رحمت سے





مِّنُ عَذَابِ عَلِيْظِ : ایک خت عذاب سے
جَکُلُوْا: جَنَهُوں نَے جانتے ہوجھے انکارکیا
وَعَصَوْا رُسُلَهٔ : اور نافر مانی کی اس کے رسولوں کی
اَمُوَ کُلِّ جَبَّادٍ عَنِیْنٍ : ہرایک زبرد تی کرنے
والے خالف کے حکم کی
فِی ٰ هٰنِ فِاللَّٰ نُیاً : اس دنیا میں
وَیُوْمَد الْقِیْهَ تِی : اور قیامت کے دن (بھی)
کَفُرُوْا : ناشکری کی
اَکْرُونُ الْقِیْهَ تِی : سن لو! دوری ہے عاد کے لیے
اکر بُعْلًا لِیّعَادٍ : سن لو! دوری ہے عاد کے لیے

وَنَجَّيۡنَهٰهُمۡ :اورہم نے نجات دی ان کو وَتِلُكَ عَادٌ :اور بیعاد ہیں بِاٰلیتِ رَبِّهِمۡمۡ:اپنے ربّ کی نشانیوں کا وَاتَّبَعُوۡۤ ا :اور ہیروی کی

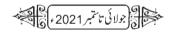
وَأُتْبِعُوْا : اوران کے چھےلگادیا گیا لَعْنَةً : ایک لعنت کو اَلاّ إِنَّ عَادًا : سُلوا بِشک عاد نے رَجَّهُمُ مُهُ : اپنر ب کی قَوْمِ هُوْدٍ : مودکی قوم کے لیے

آیات ۲۱ تا ۲۸

﴿وَإِلَّ ثَمُوْدَ آخَاهُمُ طِلِحًا ۗ قَالَ لِقَوْمِ اعْبُكُوا اللهَ مَا لَكُمْ مِّنَ اللهِ غَيْرُهُ هُو آنَهُمَا كُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُ وَهُ ثُمَّ تُوْبُوَّا اللهِ عَيْرُهُ وَيَهَا فَاسْتَغْفِرُ وَهُ ثُمَّ تُوبُوَّا اللهِ عَلَى الْمُرْخِوَّا قَبْلَ هٰنَا آتَنْهُمْنَا آنَ نَعْبُلَ مَا يَغْبُلُ الْمَا أَتَنْهُمْنَا آنَ نَعْبُلَ مَا يَعْبُلُ المَا وَنَا لَوْقُ شَلِّ قِمِّا تَلْعُونَا اللهِ وَلَا يَعْفُرُ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ وَلَا تَعْمَدُ اللهِ وَلَا تَعْسَيْرِ ﴿ وَلِقَوْمِ هٰلِهِ نَاقَةُ اللهِ لَكُمْ اللهِ اللهُ اللهِ اللهُ اللهِ اللهُ اللهِ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهِ اللهُ اللهُ

ص ی ح

صَاحَ يَصِيْحُ (ض)صَيْحًا : زورکی چَيِّ ارنا ' چَنَّھاڑنا۔ صَيْحَةٌ : زوردار 'چِيِّ ' چَنَّھاڑ۔زيرمطالعه آيت ٢٧ _







أَخَاهُمْ : ان كے بھائى

قَالَ يُقَوْهِ : انہوں نے کہا:اے میری قوم مَالَکُمْ ذَتمہارے لیے نہیں ہے نَحَدُّ وُ : اس کے علاوہ

> قِینَ الْاَرْضِ: زمین میں ہے :

فِيْهَا :اس ميں ثُحَّرَ تُوْبُوَّا : پُھرتم پلٹو

اِنَّ رَبِّیْ: بِشک میراربِّ هُجِیْب: تبول کرنے والا ہے

قُلُ كُنْتَ فِيْنَا: تورہاہے ہم میں قَبْلَ هٰنَآ: اسے سلے

قبل منگري آڻ نَّعُبُك: كه جم بندگي كري

ؙٵؠٙۘٲۅؙؙٛػؘٲ: ہمارے آباء واَ جدا و کَغِی شَكِّ: یقیناً ایک شک میں ہیں

ئى عُوْنَاً الديدةِ: توبلاتا ہے ہم كوجس كى طرف

قَالَ يٰقَوْمِ : انہولٌ نے کہا: اے میری قوم اِنْ کُنْتُ : اگر مَیں ہوں

قِنْ رَّبِیِّ: اِپندربِّ (کی طرف) سے

مِنْهُ رَحْمَةً: النِي (پاس) سے ایک رحمت مِن الله و: الله سے (بیخ میں)

فَمَا تَزِيُكُ وُنَنِيْ: يِسِمْ لُوكَ نِينِي مُرَوَّ مِينِ بِرُهاتِ ہو مُحَوَّو

وَيٰقَوْمِ :اورائمبرى قوم

لَكُمْ اليَّةَ بْهَهارے ليے ايک نثانی ہوتے ہوئے

تَأْكُلُ: (كه)وه كھائے

وَلَا تَمَسُّوهَا : اورتم مت جيونااس كو

وَالَىٰ ثَمُوْدَ :اور (بِ شَک ہم بھیج چکے ہیں) شود کی طرف

صْلِحًا:صالحٌ كو

اعُبُنُ والله : تم بندگی کروالله ی قِتن اله : کوئی بھی اللہ

مِنَ إِنْهِ ، وَلَ مَنَ اللهِ هُوَ أَنْشَأَ كُمْ :اس نے اٹھایاتم کو

واسْتَعْهَرَ كُمْ : اوربساياتم كو

فَالسَّتَغُفِرُ وَكُونَ لِيسَمْ مَغْفرت مانگواس سے

إكنيه:اس كى طرف

قَرِيْكِ:قريب

قَالُوُ ایْصٰلِحُ:ان لوگوں نے کہا:اےصالحٌ مَنه مِنْ وَایْسِ کِیسِ اللہ کا المال

مَّرُ جُوُّا : امیدیں وابستہ کیا ہوا اَتَنْهٰ مِنَاً : کیا تُومنع کرتاہے ہم کو(اس ہے)

مَا يَعْبُدُ: اس كَ جس كى بندگى كرتے رہے

وَإِنَّنَا : اور بِشك بم

قِمْتًا :اسسے

مُرِیْبِ: جواُلجھادینے والاہے اَرَءَیْتُمْہِ: کیاتم نےغورکیا(کہ)

ار ءينهر . عي عن رريور مه) عَلَى بَيِّنَةٍ : ايك واضح (وليل) پر

وَ الله مِنْ اوراس نے دی ہومجھ کو

فَمَنُ يَّنْصُرُ نِيْ: تُوكون مدوكر سے گاميری إِنْ عَصَيْتُ لَهُ : اگر مِیَس نافر مانی کروں اس کی

غَيْرَ تَغْسِيْرٍ:(مَكر) خساره دينے كے علاوه هٰنِ هٖ نَاقَةُ اللهِ: بيرالله کی افٹن ہے

فَنَ رُوْهَا: توتم حَجُورُ واس كو فَنَ رُوْهَا: توتم حَجُورُ واس كو

فِي آرُضِ اللهِ: الله كَارِمِين مِين

فَيَا نُحُنَّا كُمْ : ورنه بكِرْ _ گاتم كو فَعَقَرُوْهَا : پھر (بھی) ان لوگوں نے ٹائلیں کاٹیں اس کی تَمَتَّعُوْ ١ :تم فائده الله الله ثَلْثَةَ أَيَّامِهِ: تَيْن دِن غَيْرُ مَكُنُ وُبِ جَموت كم موت كعلاده ب آمُرُ نَا: بهاراتكم صْلِحًا:صالحٌ كو أَمَنُهُ ا مَعَهُ: ايمان لائے ان كے ساتھ وَمِنْ خِزْ ي يَوْمِئِنِ: اوراس دن كى رسوائى سے هُوَ الْقَوِيُّ : بَى قوتُ والا ب وَأَخَذَا الَّذِينَ: اور بكر اان كوجنهون نے فَأَصْبَحُوا: كِروه موكَّحَ جُشِيديْن : اوند هے منه گرنے والے ہوتے ہوئے فيهماً: اس ميس تُمُور كُوا : شمود نے رَ جَهُمُ اینے رب کی لَّثَهُوْ كَ: ثَمُود كے ليے بِسُوۡءِ:کی بُرائی سے عَذَابٌ قَرِیْبٌ:ایک قریبی عذاب

فَقَالَ: تو (صالحٌ نے) کہا فِیُ دَارِ کُمْ: اپنے اپنے گھریک ذٰلِكَ وَعُلَّ: یہ ایک ایسا وعدہ ہے جو فَلَہَّا جَاءً: بُھر جب آیا فَلَہَّا جَاءً: بُھر جب آیا وَّا الَّذِیْنَ: اور ان کو جو ہِرَ حُمَّةٍ مِّمِّنَا: رحمت سے اپنی (طرف) سے اِنَّ دَبَّنَكَ: بِ شِک آپ کارب الْعَزِیْزُ: بالا دست ہے ظُلْمُو اللَّمَّیْ یُحَةُ ہُ ظُلْم کیا چِنگھاڑ نے فَلْمُو اللَّمِّیْ یَحْهُ : البِحْ گھروں میں فَلْمُو اللَّمِیْ یَکْوا: جینے کہ وہ رہے ہی نہ سے اَلاَ اِنَّ : سَ لُو! بِشِک اَلاَ اِنَّ : سَ لُو! بِشِک

آیات۲۹ تا ۲۷

﴿ وَلَقُلُ جَآءَتُ رُسُلُنَا اِبْرَهِيْمَ بِالْبُشْرَى قَالُوا سَلَمًا ﴿ قَالَ سَلَمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلِ حَنِيْنِ ﴿ فَلَهَا رَآ اَيْنِيَهُمْ لَا تَصِلُ النّهِ نَكِرَهُمْ وَاوْجَسَمِنْهُمْ خِيفَةً ﴿ عَالُوا لَا تَخْفُ إِنَّا الْرُسِلْنَا إِلَى قَوْمِ لُوْطِ ﴿ وَامْرَاتُهُ قَائِمَةٌ فَضَحِكَثَ فَبَشَّرُ نَهَا قَالُوا لَا تَخْفُ إِنَّا الْرُسِلْنَا إِلَى قَوْمِ لُوْطِ ﴿ وَامْرَاتُهُ قَائِمَةٌ فَضَحِكَثُ فَبَشَرُ نَهَا فَالُوا لَا تَخْفُونُ وَهِلَا اللّهُ وَمَنْ وَرَآءِ اللّهُ وَاللّهُ وَاللّهُ اللّهُ وَاللّهُ وَلَكُ لَلْهُ وَلَوْ اللّهُ وَمَنَا اللّهُ وَاللّهُ وَاللّهُ وَلَمْ اللّهُ وَاللّهُ وَاللّهُ وَاللّهُ وَلَمْ اللّهُ وَلَمْ اللّهُ وَاللّهُ وَاللّهُ وَلَمْ اللّهُ وَلَمْ اللّهُ وَلَمْ اللّهُ وَلَا اللّهُ وَلَا اللّهُ وَلَا اللّهُ وَلَمْ اللّهُ وَلَا اللّهُ وَلَا اللّهُ وَلَا اللّهُ اللّهُ وَلَمْ اللّهُ وَلَمْ اللّهُ وَلَا اللّهُ اللّهُ وَلَا اللّهُ اللّهُ وَلَا اللّهُ وَلَا اللّهُ اللّهُ وَلَمْ اللّهُ وَلَا اللّهُ اللّهُ وَلَا اللّهُ اللّهُ وَلَوْمُ اللّهُ وَلَا اللّهُ وَلَا اللّهُ وَلَا اللّهُ وَلَمْ اللّهُ وَلَا اللّهُ وَلَا اللّهُ وَلَا اللّهُ مُنْ اللّهُ وَلَمْ اللّهُ وَلَا اللّهُ اللّهُ وَلَا اللّهُ اللّهُ وَلَا اللّهُ وَلَمْ اللّهُ وَلَمْ اللّهُ وَلَمْ اللّهُ وَلَا اللّهُ ولَا اللّهُ الللّهُ اللّهُ الللللّهُ الللللّهُ اللّهُ الللّهُ الللللّهُ الللّهُ الللللّهُ الللّهُ اللللللللّهُ الللللّهُ اللللللللللّهُ اللللللللللللللللللللّ



حنذ

_ حَنَّلَ يَحْنِنُ (ض) حَنْلًا: گوشت بھوننا۔

حَنِيْنٌ (فعيلٌ كے وزن پرصفت مفعولی): بھنا ہوا۔زیرمطالعہ آیت ۲۹

و جس

وَجَسَ يَجِسُ (ض) وَجُسًا: يوشيره مونا

أَوْجَسَ (افعال) إنْجَاللًا: دل كاكس چيز كومحسوس كرنا بيسے كھبراہث خوف وغيره ـ زيرمطالعه آيت • ٧

ض ح ک

ضَعِكَ يَضُعَكُ (س) صَّهُ كَا: (۱) نوثى سے بسنا (۲) تعجب سے بسنا (۳) تقارت سے بسنا یعنی نداق الرانا۔ (۱) ﴿ فَلَيَضُعَكُوا قَلِيدًا ﴾ (التوبة: ۸۲) " پی انہیں چاہیے کہ وہ بنسیں کم '۔ (۲) ﴿ اَفَهِنَ هٰذَا الْحَادَثِ وَ اَلْمَعْ مُولَ قَلِيدًا ﴾ (التوبة: ۸۲) " پی انہیں چاہیے کہ وہ بنسیں کم '۔ (۲) ﴿ اَفَهِنَ هٰذَا اللّٰهِ مِنْ وَ اللّٰهِ مِنْ وَ اللّٰهِ مِنُونَ وَلَا تَبْكُونَ ﴿ اللّٰهِ مِنُونَ ﴾ (اللّٰهِ منون) "اورتم لوگ الله منون) "اورتم لوگ الله منون) "اورتم لوگ الله منون کے شُخھاکرتے تھے۔"

ضَاحِكٌ (اسم الفاعل): مننے والا۔ ﴿ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا ﴾ (النمل: ١٩)'' تو انہوںؓ نے تبتم فرما یا بننے والا ہوتے ہوئے ان کی بات ہے۔''

ٱضْحَكَ (افعال)اِضْحَاكًا: نِسانا_﴿وَٱنَّهُ هُوَ ٱضْحَكَ وَٱبُكٰى۞﴾ (النجم)''اوريه که وبي نِساتا ہے اور ُلاتا ہے۔''

شىخ

شَائَحَ يَشِيدُخُ (ض) شَيْغًا :(۱) بوڑھا ہونا (۲) علم فضیلت یار تبہ میں بڑا ہونا (اس معنی میں بیافظ قرآن مجید میں استعال نہیں ہوا۔

شَيْخٌ: (اسم صفت بھی ہے): (۱) بوڑھا۔ زیرمطالعہ آیت ۷۲۔ (۲) عالمُ استادُ سردار۔

<u>روع</u>

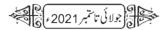
رَاعَ يَرُوُعُ (ن) رَوْعًا : دُرادينا ٌ هَبرادينا ـ

رَوْعٌ: دُرْ گَفِرا ہِٹْ زیرمطالعہ آیت ۲۴

<u>نوب</u>

نَابَ يَنُوُبُ (ن) نَوْبًا: (۱) واپس ہونا' لوٹنا۔اس کے لیے عموماً إلى كاصله آتا ہے۔ (۲) قائم مقام ہونا'نائب ہونا۔اس کے لیے عموماً عَنْ كاصله آتا ہے۔

أَنَّابَ (افعال) إِنَّابَةً: (١) كسى طرف رخ كرنا متوجه بونا - اس كے ليے عموماً إلى كاصله آتا ہے - (٢) كسى







کوقائم مقام مقرر کرنا'نائب بنانا۔اس کے لیے عموماً عَنْ کا صله آتا ہے(اس معنی میں قرآن مجید میں استعال نہیں ہوا)۔ ﴿وَاتَّبِحُ سَبِيْلُ مَنْ أَنَابُ إِلَى عَالَى اللَّهِ عَلَى اللَّهُ عَل ميرى طرف ـ ''

مُنِينُبُ (اسم الفاعل): رُخ كرنے والاً متوجه بونے والا۔ زیرمطالعہ آیت ۵۵

تركيب

(آیت ۲۹) قَالُوْا کا مفعول ہونے کی وجہ سے سَلامًا حالتِ نصب میں ہے۔ جبکہ قَالَ کا مقولہ Direct Tense میں ہونے کی وجہ سے سَلامٌ حالتِ رفع میں آیا ہے۔ (آیت ۷۰) رًا کا مفعول ہونے کی وجہ سے سَلامٌ حالتِ رفع میں آیا ہے۔ (آیت ۷۰) رًا کا مفعول ہونے کی وجہ سے اَیْنِ یَهُمْ مُح حالتِ نصب میں آیا ہے۔ جبکہ لا تَصِلُ کا فاعل اس میں شامل هِی کی ضمیر ہے جو آیْنِ یَهُمْ مُح کے لیے ہے۔ (آیت ۷۵) اِنَّ کا اسم اِبْرَ اهِیْمَ ہے 'جبکہ حَلِیْمٌ 'اَوَّا اُوّا ور مُنِیْبٌ یہ تعیوں ان کی خبریں ہیں۔ (آیت ۷۷) اِنَّهُ ضمیر الثان ہے۔

ترجمه:

وَلَقَالُ جَآءَتُ : اور بِشَكَآ چَكِ بِينَ اِبْرُهِيْهُ مَدَ : ابرائيمٌ كَ پاس قَالُوْ اسَلُمًا : ان لوگوں نے کہا: سلام فَمَا لَبِثَ : پُروہ نہیں رکے بِعِجْلِ حَنِیْنِ ایک بِصنے ہوئے کچھڑے کے ساتھ اَیْنِ یَہُمُ مُدَ : ان کے ہاتھوں کو

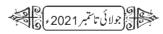
نَكِرَ هُمُ : توانهول نے اجنی جاناان لوگول کو مِنْهُ مُ خِیْفَةً : ان سے ایک خوف مِنْهُ مُ خِیْفَةً : ان سے ایک خوف اِنَّا أُرُسِلُنَا : بِشک ہم بھیج گئے ہیں وَامْرَا تُهُ : اور انْ کی عورت (یعنی بیوی) فَضَحِکُ : پُروه ہنسیں بِالسِّحٰقَ : اسحال کی یَخْقُوبَ : یعقوب کی عَالِنُ : کیا مَیں جنوں گی

رُسُلُنَا : ہمارے بھیج ہوئے (فرشتے)
بالْبُشْرَی: خوشخبری کے ساتھ
قال سَلگُ : انہوں نے کہا: سلام
اَنْ جَاءَ: تا کہ وہ آئیں
فَلَہَا رَآ: بھر جب انہوں نے دیکھا
لَا تَصِلُ اِلَیْہِ : (کہ) وہ نہیں پہنچے اس
(بچھڑے) تک

قَ آَمِّمَةٌ : كَمْرُى تَقِيل فَ بَشَّرُ نَهُا : توجم نے خوشخبرى دى ان كو وَمِنُ وَّرَآءِ اِسْلَحٰقَ : اور اسحانؓ کے بیچھے سے قَ الْکُ یُویْلَتَی : وہ کہنے لگی : ہائے ہائے میں ؟ وَ اَنَا عَجُوزٌ : اس حال مَیں کہ میں بہت بوڑھی ہوں شَدُخًا : بوڑھے

قَالُوْ الْا تَحَفُّ : انهول نے کہا: آبٌ مت ڈریں

إلى قَوْمِر لُوْطِ: لوظ كَ قوم كَ طرف





وَّهٰ فَهَا بَعْلِي : اور بيمير مشوهر بين

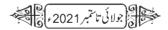
لَشَىءٌ عَجِيْبٌ : توبِشَكَ ايك عِيب چيز ہے
اَتَعْجَبِهُ اللهِ : الله كارمت
عَلَيْكُمْ : آپ لوگوں پر
عَلَيْكُمْ : آپ لوگوں پر
انّهٔ : بے شك وه
هَّجِيْنٌ : بر ئى شان والا ہے
هَّ عِنْ اِبْرِ هِيْمَ : ابرائيمٌ سے
فَى ْ اَبْرِ هِيْمَ : ابرائيمٌ سے
فَى ْ قَوْمِ لُو طٍ : لوظى قوم (كے بارك) يمس
اُتَّ لِيْمُ : بُر و بارتے
اُتَّ لِيْمُ : بُر و بارتے
اُنَّهُ مَّ نَبُ اور وہ لوگ وہ اُلے تھے
اُنَّهُ مُّ نَبُ اور وہ لوگ وہ اُلے تھے
وَ اِنَّهُ مُ نَبُ اور وہ لوگ عَنْ اللهِ اللهُ اللهِ اللهِ اللهُ اللهِ اللهِ اللهُ اللهِ اللهُ الل

إِنَّ هٰنَا: يقيناً به قَالُونَ ا: ان لوكون نے كها مِنْ أَمْرِ اللهِ: الله كَمَم س وَبَرَ كُتُهُ : اوراس كى بركتين بين أَهْلَ الْبَيْتِ: الْكُرُوالو! مِنِينٌ: حميد كيا ہواہے فَلَهَّاذَهَت: پُرجبًّيُ الرَّوْعُ: گَهِراہِتْ یُجَادِلُنَا:تووہ بحث کرنے لگےہم سے إِنَّ إِبْرُهِيْمَ: كِشك ابراتيمٌ أَوَّالُّ : بهت دردمند تھے نَايُواهِنُهُ :اكابراتيمٌ عَنْ هٰذَا:اس سے أَمْرُ رَبِّك: آبٌ كرب كاحكم أتِيْهُمُ : آنے والا ہے ان کے یاس غَيْرُ مَرْدُودٍ: لوٹائے جانے والے کےعلاوہ ہے

نوٹ: آیت 19 سے معلوم ہوا کہ آنے والوں کی مہمانی کرنا آ دابِ اسلام اور مکارمِ اخلاق میں سے ہے۔ اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ مہمانی کرنا واجب ہے یانہیں؟ جمہور علماء اس پر ہیں کہ واجب نہیں ہے بلکہ سنت اور ستحن ہے۔ بعض نے فرما یا کہ گاؤں والوں پر واجب ہے کہ جو شخص ان کے گاؤں میں تھہرے اس کی مہمانی کریں کیونکہ وہاں کھانے کا کوئی دوسرا انتظام نہیں ہوسکتا۔ اور شہر میں ہوٹل وغیرہ سے اس کا انتظام ہوسکتا ہے اس لیے شہر والوں پر واجب نہیں ہے۔ (معارف القرآن)

آیات ۷۷ تا ۸۳

﴿ وَلَهَا جَاءَتُ رُسُلُنَا لُوْطًا سِنَ عَهِمْ وَضَاقَ هِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰنَا يَوْمُ عَصِيْبٌ ﴿ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاتِ فَالَ عَصِيْبٌ ﴿ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاتِ فَالَ لَيْعَمَلُونَ السَّيِّاتِ فَالَّا لَيْعَمَلُونَ السَّيِّاتِ فَالَّالِيَ مَنْ كَمْ لَيْقُومِ هَوْلَا تُغُزُونِ فِي ضَيْعِي اللهَ وَلا تُغُرُونِ فِي ضَيْعِي اللهِ مَا لَيْهُ وَاللهُ وَلا تُغُرُونِ فِي ضَيْعِي اللهِ اللهُ وَلا تُغُرُونِ فِي ضَيْعِي اللهِ اللهُ وَلا تَعْمَلُمُ مَا رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ﴿ وَإِنَّكَ لَتَعْمَلُمُ مَا لَمَا فِي بَنْتِكَ مِنْ حَقِي اللهِ وَإِنَّكَ لَتَعْمَلُمُ مَا







نُرِيْدُ۞ قَالَ لَوْ أَنَّ لِي بِكُمْ قُوَّةً أَوْ اوِئَ إلى رُكْنِ شَدِيْدٍ۞ قَالُوْا يْلُوْطُ إِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوٓا إِلَيْكَ فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ ٱلَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتُ مِنْكُمْ أَحَدُ إلَّا امْرَاتَكَ النَّهُ مُصِيْبُهَا مَا آصَابَهُمْ النَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبُحُ اللَّيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبِ۞ فَلَمَّا جَآءَ آمُرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَٱمْطَرُنَا عَلَيْهَا جِجَارَةً مِّن سِجِّيْلٍ 'مَّنْضُوْدٍ ﴿ مُّسَوَّمَةً عِنْكَ رَبِّكَ ۗ وَمَا هِيَمِنَ الْظَّلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ﴿ ﴾

ذَرَ عَ يَذُرَ عُ (ف) ذَرْعًا : (١) كس چيز كوذراع (ايك پيانه كانام) سے ناپنا۔ (٢) پيچھے سے آكر بازو ہے کسی کا گلا گھونٹینا' کمز ورکرنا۔

ذَرْعٌ (اسم ذات): (١) پيائش ُلمبائي (٢) کمزوري ـ زيرمطالعه آيت ٧٧

خِدَاعٌ: (۱) ایک پیانہ (کہنی ہے لے کر درمیانی انگلی کےسرے تک کا فاصلہ) ۔ (۲) باز وُ ہاتھ۔ (٢)﴿ وَكُلُّهُ مُ بَالسِطٌ ذِرَاعَيْهِ ﴾ (الكهف: ١٨) "اوران كائنًا يجيلانے والا ہے اپنے دونوں بازوؤں كو'

عَصَبَ يَغُصُبُ (ن) عَصْبًا: رَى كوبث كرمضبوط كرنا سخت كرنا

عُضبَةٌ : اليي جماعت جس كے افراد باہم تھے ہوئے ہوں' يعنی ايك دوسرے كے حامی و مدد گار ہوں۔ مضبوط جماعت ٔ طاقتور جماعت _ ﴿ وَنَحْرِج عُصْبَةٌ طَ ﴾ (يوسف: ٨)'' حالانكه بممايك طاقتور جماعت ہيں۔'' عَصِيْبٌ (فَعِيْلٌ كـوزن پرصفت): سخت ـ زيرمطالعه آيت ٧٧

هَرَعَ يَهْوَعُ (ف) هَوْعًا: اضطراب اور عَلت ہے کسی طرف بھا گنا' بے سدھ ہوکر دوڑنا۔

آهُرَعَ (افعال) إهْرَاعًا : كَن كومضطرب كرك كسي طرف بهيًّا نا ْبِتحاشاد ورُانا ـ زيرمطالعه آيت ٨٠ ـ

ضىف

ضَافَ يَضِينُفُ (ض) ضَيْفًا: (١) كسى طرف مأل مونا جَسَنا ـ (٢) كسى كامهمان مونا ـ

ضَيْفٌ (اسم ذات بھی ہے) :مہمان۔ (یہ مذکر'مؤنث' واحد' جمع سب کے لیے آتا ہے اور اس کی جمع ضُیُوْفٌ بھی آتی ہے)۔زیر مطالعہ آیت ۸۷۔

ضَيَّفَ (تَفعيل) تَضْيِيْفًا: كَن كُو مهمان بنانا ضافت كرنا ﴿ فَأَبَوُ ١ أَنْ يُّضَيَّفُوهُمَا ﴾ (الكهف: ۷۷) "توان لوگول نے انكاركيا كدوه مهمان بنائيں ان دونوں كو،"





سری

َ سَمِرِیٌّ (فعیل کےوزن پرصفت): ہمیشہ اور ہر حال میں چلنے والا۔ پھر نہر کے لیے استعال ہوتا ہے۔ ﴿ قَلُ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَمِرِ تَّنَا ﴿ (مریم)'' بنادیا ہے آپ کے ربّ نے آپ کے پنچ ایک نہر۔''

اَسُمْ ی (افعال) اِسْرَاءَ: بیثلاثی مجرد کاہم معنی ہے۔ بَا کے صلہ سے متعدی ہوتا ہے۔ کسی کو لے کر نکلنا' کسی کو لے جانا۔ ﴿ سُبُحِنٰیَ الَّٰنِ بِی اَسْمُ مِی بِعَبْدِی ہِ لَیْلًا ﴾ (الاسراء: ۱)'' پاک ہے وہ جو لے گیاا پنے بندے کورات کے وقت ''

أَنْهِ (فعل امر): تُولِ كَرْنكل نُولِ جا_زيرمطالعه آيت ا ٨_

ركن

رَكُنَ يَرْكُنُ (ك) رَكَانَةً: باوقار مونا الله اعتاد مونا

دَ كِنَ يَرْ كُنُ (س)رُ كُوْنًا: كَسى طرف مائل ہونا۔ ﴿ وَلَا تَرْ كُنُوٓ اللِّي الَّذِينَ ظَلَهُوۤ ا ﴾ (هو د:١٣) ''اورتم لوگ مت مائل ہوان كى طرف جنہوں نے ظلم كيا۔''

<u>س ج ل</u>

سَجَلَ يَسْجُلُ (ن) سَجُملًا: (١) او پرے پانی گرانا۔ (٢) کتاب کولگا تار پڑھنا۔

سیجِل : دعووں اور فیصلوں کو لکھنے کے اور اق جو قاضی اپنے پاس محفوظ رکھتا ہے۔ جوڈیشنل ریکارڈ۔ ﴿ يَوْمَر نَظوِی السَّمَآءَ کَطِیّ السِّجِلِّ لِلْکُتُبِ ﴿ ﴾ (الانبیاء: ۱۰۴) ''جس دن ہم کپیٹیں گے آسان کو جیسے عدالتی کارروائی کی دستاویز کالپیٹنا کھی ہوئی ہونے کے لیے۔''

سَجِّیْنُ : کیلی مٹی کی گولیاں بنا کرآگ میں پکا کر سخت کر لیتے ہیں مٹی کے پتھر' کنکر رزیرمطالعہ آیت ۸۲۔

<u>ن ض د</u>

نَضَلَ يَنْضِلُ (ض) نَضْمًا: سامان كوايك دوسرے پر چننا تهدورتهدر كھنا۔

مَنْضُونٌ (اسم المفعول): تهدرتهد كيا موارز يرمطالعه آيت ٨٢_

نَضِيْنٌ (فَعِيلَ كِوزِن پرصفت) :تهدبه تهد ﴿ لَهَا طَلْعٌ نَّضِيْنٌ ۞ ﴾ (قَ) ''اس كے ليے خوشہ ہے په تهد''







رُسُلُنَا: ہمارے بھیج ہوئے (فرشتے) سِتَیءَ بِہِمْ : توانَّ کو برالگاان (کے آنے) سے ذَرُعًا: بلحاظ کمزوری کے

هٰنَا يَوْمٌ عَصِيْبُ: يهايك تخت دن ہے
يُهُوعُونَ إِلَيْهِ : بِتِحَاشادورُ الْي بولَى ان كَ طرف
كَانُوْ اَيَعْمَلُونَ : وه لوگ مُل كرتے ہے
قال يُقوهِ مِ : انهوں نے كہا: اے ميرى قوم
هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمُ: يهزياده پايزه ہيں تمہارے ليے
وَلَا ثُغُوزُ وُنِ : اور تم لوگ رسوا مت كرومجھ كو
وَلَا ثُغُوزُ وُنِ : اور تم لوگ رسوا مت كرومجھ كو
قالُوْ ا: ان لوگوں نے كہا
مَا لَذَا : ہمارے ليے نہيں ہے

آۇ اوِئ : ياميں پناەلىتا قَالُوا يْلُوطُ : انہوں نے کہا: اے لوط كَنْ يَصِلُوَّا: بيلوگ ہرگزنہيں پنچيں گے آپ تك غَانِهِ : يُس آئ لرككلس

لَوْأَنَّ إِلَى: كَاشْ كَهُ مِيرِ كَ لِي

فَانْهِرِ : لِن آپْ لے کُرَنگلیں بِقِطُع مِّن الَّیْلِ: ایک صے میں رات میں سے مِنْکُنْهُ اَحَلٌ: تَم مِیں سے کوئی ایک بھی اِنَّهٔ مُصِیْنُهُا: حقیقت یہ ہے کہ آگئے والا ہے وَلَهَّا جَاءَتْ: اورجب آۓ لُوْطًا: لوَطُّا: لوَطُّا الوَطِّا عَلَيْهِ

وَضَاقَ بِهِمْ : اور وہ تنگ ہوئے ان (کے آن کے

وَّقَالَ: اور انہوں نے کہا وَجَاءَ الْقَوْمُهُ: اور آئی النِّ کے پاس ان کی قوم وَمِنْ قَبْلُ: اور پہلے ہے(ہی) السَّیِّاٰتِ: بُرائیوں کا هَوُّلَآءِ بَدَا تِنْ: بیر میری بیٹیاں ہیں فَاتَّقُوا اللَٰهُ: توتفو کی کرواللہ کا فِیْ ضَیْفِیْ: میرے مہمانوں (کے بارے) میں

رَجُلٌ رَّشِيْكُ: كُونَى نيك چَلن مرد لَقَّنُ عَلِيْتَ: يقيناً آپْجان چَكِ ہِن فِیْ بَنْةِكَ: آپْ کی بیٹیوں میں وَإِنَّكَ لَتَعْلَمُهُ: اور بے شک آپْ یقیناً

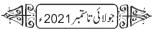
حانتے ہیں

قَالَ: انہوںؑ نے کہا بِکُمْ قُوَّةً : تم لوگوں پرکوئی طاقت ہوتی الی دُکُن شَدِیْدٍ : کی مضبوط سہارے کی طرف اِتّا دُسُلُ دَبِّت : بِشک ہم آ بِّ کے رب کے بھیح ہوئے ہیں

اِلَیْكَ: آپّ تك بِأَهْلِكَ: آپّ گُفر والول كو وَلایَلْتَفِث: اور چاہیے كه مُرْكر ندد یکھے اِلَّا اَمْرَا تَكَ: سوائے آپٌ كى عورت (يعنی

بیوی)کے

36



اِنَّ مَوْعِكَ هُمُّهُ: بِشَكَان كَوعد كَاوقت الكَيْسَ الصُّبِحُ: كَياثَ الكَيْسَ الصُّبِحُ: كَياثَ الكَيْسَ الصُّبِحُ: كَياثَ اللَّهَا اللَّهَا اللَّهُ اللْلِلْمُ اللَّهُ اللْمُولِ اللْمُولِ اللَّهُ الْمُولِ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللْمُولُ ال

مَا اَصَابَهُ لَمُ : وه جُوا َ لَكُ كُان كُو الصُّبُحُ: صَحَ كَابَ بِقَرِيْتٍ: قريب نبيس ہے جَعَلُمُنَا: تُوہم نے بنادیا سَافِلَهَا: اس كاپست جِارَةً: كِهِ پِتَمْ

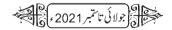
مُّسَوَّمَةً: نشان *لگے ہوئے* وَمَا هِیَ:اورنہیں ہے یہ(بسق)

بِبَعِيْدٍ: چھدور

نوٹ ا: آیت کے میں لفظ سینی ۽ آیا ہے جو کہ ماضی مجہول ہے۔ اور اگلی آیت میں پھر مضارع مجہول یُہُوّ وُن آیا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ لوط عَلَیْاً کی قوم کومہمانوں کی آمد کی اطلاع دی گئی تھی۔ اس بات نے لوط عَلیْاً کو کو عَلیْ اور ان کی قوم کوسر بٹ دوڑ ایا۔ اب ظاہر ہے کہ یہ اطلاع لوط عَلیْاً کے گھر کا کوئی فر دہی پہنچا سکتا ہے ' جبکہ ان کے گھر کے تمام افراد مؤمن سے اور پوری بستی میں یہی ایک گھر مؤمن تھا۔ (الذاریات: ۳۲٬۳۵) خبید ان کے گھر کے تمام افراد مؤمن سے اور پوری بستی میں یہی ایک گھر مؤمن تھا۔ (الذاریات: ۳۲٬۳۵) تعیمی اور وہ پہلے بھی اپنی قوم کو خبریں پہنچاتی رہتی تھی جس کو قرآن مجید میں خیانت کہا گیا ہے۔ (التحریم: ۱۱) اس سے معلوم ہوگیا کہ مہمانوں کی آمد کی اطلاع لوظ کی بیوی نے پہنچائی تھی۔ حالانکہ وہ لوط عَلیْاً کے گھر کی ایک فرد تھی' لیکن این عمل کی وجہ سے وہ عذاب کی مستحق قراریائی۔

نوٹ ۲: آیت ۷۸ میں حضرت لوط علینا کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ یہ میری بیٹیاں ہیں 'یہ تبہارے لیے زیادہ پا کیزہ ہیں۔ اس کے متعلق بعض مفترین کی رائے ہے اپنی لڑکیوں سے مراد پوری قوم می لڑکیاں ہیں 'کیونکہ ہر پینمبرا پنی قوم کے لیمثل باپ کے ہوتا ہے اور پوری اُمت اس کی روحانی اولا دہوتی ہے۔ اس تفسیر کے مطابق حضرت لوط علینا اولا دہوتی ہے۔ اس تفسیر کے مطابق حضرت لوط علینا کے لیمثل باپ کے ہوگا کہتم اپنی خبیث عادت سے باز آؤ'شرافت کے ساتھ قوم کی لڑکیوں سے نکاح کرواوراُن کو بیویاں بناؤ۔ (معارف القرآن) ﷺ

میثاق ، حکمت قرآن اور ندائے خلافت کے انٹرنیٹ ایڈیش تنظیم اسلامی کی ویب سائٹ www.tanzeem.org پرملاحظہ کیجیے۔







مباحثِ عقيده (^{۱۹۵)} مؤمن محود

ا ثبات صفات مع التنزيبه

بم امام بيهقى عليه الرحمه كى كتاب الاعتقاد والهداية الى سبيل الرشاد ك تير باب كا آغاز كريكي ہيں جو ذكر اسهاء الله وصفاته عزت اسهاءه وجل ثناءهُ 'الله سجانه وتعالیٰ كے اسماء وصفات كے بيان میں ہے۔اس ضمن میں ہم نے اساء وصفات کے حوالے سے پچھاصول دیکھے۔ان میں جواصل الاصول ہم سب کو پیش نظر رکھنا جا ہیے وہ بدہے کہ ہم اللہ سجانہ وتعالیٰ کا وصف وہی بیان کرتے ہیں جواس نے خود بیان کیا' یعنی نحن نصف الله بما وصف نفسه لیکن تنزیه کے ساتھ ۔ تنزیه کی قیداگا کرہم الله سجانه وتعالیٰ کے تمام اوصاف ٔ صفات اوراساء کا اثبات کرتے ہیں ۔اس کی وجہ کے شمن میں امام غزالیؒ نے خصوصی وضاحت فر مائی کہ اصلاَ ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی وہی صفات جان سکتے ہیں کہ جو ہماری اپنی ذات میں موجود ہیں _بعنی ہم اللّٰد کوئلیم جانتے ہیں اس لیے کہ ہم اپنے اندرعلم یاتے ہیں ہم اس کوقد پر جانتے ہیں' مرید جانتے ہیں' تنہیج جانتے ہیں' بصیر جانتے ہیں کیونکہ ان تمام صفات کا کچھے نہ کچھ پرتو' کچھونہ کچھ تکس کسی نہ کسی درجے میں انسان کے اندر بھی یا یاجا تا ہے۔ چنانچے انسان اللہ سجانہ وتعالٰی کی وہی صفات جان سکتا ہے کہ جن کووہ اپنی ذات میں مشاہدہ کرتا ہے۔اس سے شبہ پیدا ہوسکتا ہے کہ شایداللہ بھی اسی طرح حانتا ہے جیسا کہ ہم حانتے ہیں ۔شایداللہ بھی اسی طرح شمیع ہے جیسا کہ ہم تیمیع ہیں اوراللہ بھی اسی طرح بصیر ہے جبیبا کہ ہم بصیر ہیں۔اس شبہ سے نکلنے کے لیے تنزیہہ کی قیدلگا دی گئی۔ یعنی تم نے اللہ سجانہ وتعالیٰ کو پیچانا ہے اپنی صفات کے ذریعے اور انہی صفات کا اثبات اللہ سجانہ وتعالیٰ نے کیالیکن اب بہ بات جان لو کہ اللہ کی صفات اورتمہاری صفات کی حقیقت ایک نہیں ہے۔ بیہ مشار کۃ فی الاسم ہے۔اسم میں توتم مشارک ہوتم بھی تمیع ہووہ بھی میں ہے تم بھی بصیر ہووہ بھی بصیرے تم بھی حلیم ہووہ بھی حلیم ہے بلکتہ ہیں تو کہا گیا ہے کہ تَ خَلَقُوْا بَاخْلَاقِ الله یعنی الله سجانه وتعالی کی صفات کواختیار کرو به بیبال چونکه تشبیه کاشبه پیدا ہوسکتا تھا یعنی ہم سمجھتے که شاید الله بھی یوں ہی جانتا ہے توبس اب کیڈیئر کیڈیلے شکیء کی قید کے ساتھ مجھو۔الٹہ سجانہ وتعالیٰ کی تمام صفات کا اثبات کرواس کی تنزیبه کااقرار کے۔

38



''جو(اساوصفات) تونے اپنی پاس غیب میں محفوظ کر لیے ہیں۔'' تو گو یا بہت کی صفات ایسی ہیں جن کا کوئی مثل ہم میں نہیں ہے۔ مثل توبالکل نہیں ہے اس کا کوئی پر تو بھی نہیں ہے۔ ان صفات کو ہم جان بھی نہیں سکتے۔ لہٰذا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانا۔ لَا یَغْرِفُ الله الله الله الله یہ پہلی بات ہم نے یددیکھی کہ ہم اللہ کا وصف بیان کریں گئاللہ کی صفت بیان کریں گے جواس نے اپنی ذات کے لیے بیان کی ہے اور ساتھ کی ٹیسی کو ٹی کریک گائیس کے فیلے شکی ہے تو گھو السّیویئے الْبَصِیْرُ ﴿ السّوریٰ) لگا نیس کے۔ اس آیت کو ہی دیکھ لیس۔ ﴿ لَیْسَ کَیمِ ثُیلِهِ شَیْءٌ تَّ وَ ہُو السّیویئے الْبَصِیْرُ ﴿ السّوریٰ) تو گویا لیسی کیو ثیله شیء کے اللہ کی صفات کا انگار کردو بلکہ وہی تو سیر ہے۔ ہم اللہ کی صفات کا انگار کردو بلکہ وہی تو سیر ہے۔ ہم اللہ کی صفات کا انگار کردو بلکہ وہی تو سیر ہے۔ ہم اللہ کی صفات کا انگار کردو بلکہ وہی تو سیر ہے۔ ہم اللہ کی صفات کی کلیتاً نفی کرتے ہوئے۔ یہ قاعدہ ہے صفات کے بارے میں جو پیش نظر رکھنا چا ہے۔ پچھ لوگ اس پرزیادہ زور دیتے ہیں کہ اللہ کا وصف بیان کر وجواس نے بیان کریں گے تشبیہ و مثیل کر نیم ہیں اللہ کے اوصاف بیان کریں گے تشبیہ و مثیل کی فی اور تیز یہہ پر اتناز ورنہیں ہے۔ اہل سُنت کا مسلک تنزیہ پر کھڑا ہے کہ ہم اللہ کے اوصاف بیان کریں گے تشبیہ و مثیل کی فی اور تیز یہہ کے اثبات کے ساتھ۔

لفظ جلالہ کا اسم ذات ہونا مسکلہ فروعی ہے

بہت سے علماء کے بال اسم ذات لفظ اللہ ہے لفظ جلالہ ہے لیکن لفظ اللہ یالفظ جلالہ کو اسم ذات ماننا کوئی عقید ہے کا مسکانہیں ہے۔ یعنی اگر آپنہیں بھی مانتے اور کہتے ہیں کہ میرے خیال میں اللہ بھی مشتقات میں سے ہے اور بیاسم مرتجل نہیں ہے یعنی شروع میں وضع نہیں کیا گیا بلکہ مشتق ہے تواس میں بھی کوئی مسکانہ ہیں ہے۔ یہ عقید ہے کے کوئی بنیادی مسائل میں سے نہیں بلکہ فروعی مسائل میں سے ہے۔ للبذاد ونوں طرف آپ کوعلماءی آراء مل جائیں گی۔ کچھ کہیں گے نہیں اللہ کا کوئی اسم ذات نہیں ہے یا اگر اللہ کا اسم ذات ہے تو وہ اس کے سواکوئی نہیں جانتا۔ یہ سب سے ماتی نام ہیں لیکن اکثر علماء اس کے قائل ہیں کہ اسم ذات اللہ ہے۔ واللہ اعلم!

صفات جمال وجلال

صفات کے اعتبار سے کئی طرح کی تقییم کی گئی ہے۔ ایک تقییم ہے: صفات ذاتیۂ صفات سلبیۂ صفات معانی ' صفات معانی ' صفات معانی ' صفات معنو یہ اور پھر پانچویں قسم جو اصلاً انہی کے تحت ہے وہ ہے صفات الافعال ۔ ایک اور تقییم بھی ہے جو پچھ متکلمین اور صوفیاء کے ہاں ہے۔ وہ ہے: صفات ِ جال اور صفات جال ۔ یہ تقییم اس اعتبار سے نہیں کی جاتی کہ عقید ہے کا کوئی مسئلہ ہے کہ ان صفات کاعلم ہوجائے کہ بلکہ اس لیے کی جاتی ہے کہ اللہ کے نہیں تھا تی ہے کہ اللہ کے اخلاق اپنے اندر پیدا کرو)۔ اس کا تخلق اختیار کرو۔ تخلق ہے کہ: تَخلَقُوْا بِاَخلاقِ اللهِ (اللہ سبحانہ وتعالی کے اخلاق اپنے اندر پیدا کرو)۔ اس کا تخلق اختیار کرو۔ تخلق کا مطلب تکلفاً یعنی کوشش کر کے اپنے اندر پیدا کر وی میں جو بندوں کرو۔ کیا اللہ کی تمام صفات اپنے اندر پیدا کی جاستی ہیں؟ نہیں ' ایسا تونہیں ہوسکتا۔ توصفات جمال وہ ہیں جو بندوں کوا پنے اندر پیدا کرنی چاہئیں جبکہ صفات ِ جلال صرف اللہ سبحانہ وتعالی کے لائق ہیں' اس کوزیب دیتی ہیں۔ مثال





ہم نے صفات کی تقسیم میں صفت النفیہ دیکھی تھی۔ یہ صفتِ وجود ہے۔ علماء نے اس کو صفت تسامحاً کہا ہے۔ تسامحاً کہا ہے۔ تسامحاً کہا کہ علم سلب یہ ہے کہ ہم ابھی پنہیں بتانا چاہ رہے کہ اللہ کی ذات پر ایک اضافی صفت وجود ہے بلکہ ہم صفتِ وجود کہ کر بین ظاہر کرنا چاہ رہے ہیں کہ اللہ کی ذات تحقق ہے ثابت ہے اور زیادہ تسامحاً کہیں تو خارج میں ثابت ہے۔ یعنی اللہ کی ذات موجود ہے۔ یہ بتانے کے لیے ہم کہتے ہیں اللہ کی صفتِ نفیہ وجود ہے جوصفت ذاتیہ ہے۔ اللہ سجانہ وتعالی وجود رکھتے ہیں اور ہم بھی وجود رکھتے ہیں تو علماء نے بیان کیا کہ ہم وجود مع اللہ ہیں بلکہ وجود باللہ رکھتے ہیں۔

ہم اللہ کے ساتھ کوئی متوازی متساوی ہمسر وجود ہیں بلکہ ہم اللہ کی وجہ سے ہیں۔ہم اللہ کی قوت اور مدد

سے ہیں ہم اس کی توفیق سے ہیں۔ہم اس کی امداد سے وجود میں آئے ہیں۔ہم موجود ہیں کیکن باللہ ہیں مع اللہ نہیں

ہیں جقیقی وجود ذاتی وجود کامل وجود واجب الوجود اللہ سجانہ وتعالیٰ کی ذات ہے۔گو یااگر اس معانی میں کوئی یہ بھی

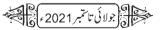
کہد دے کہ لاَمَوْ ہُوو دَ اللّٰہ ' تواس سے مراد یہ ہے کہ حقیقی وجود ذاتی وجود لفظ وجود کا حقیقی اطلاق اللہ سبحانہ
وتعالیٰ کی ذات کے علاوہ کسی اور پر نہیں ہوتا۔ باقیوں پر ہوتا بھی ہے تو مجاز آ۔اسی لیے بعض علاء کا بیقول عرض کیا گیا

مقاکہ لفظ وجود مشترک لفظی ہے۔اس کا مطلب ہے کہ لفظ وجود کے جومعانی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہاں حقق ہور ہے

ہیں وہ مخلوق میں متحقق نہیں' بس لفظی مشار کہ ہے۔اس کو مشترک لفظی کہتے ہیں۔ جب ہم اللہ کے لیے لفظ وجود اور

اپنے لیے لفظ وجود ہو لیے ہیں توجس طرح کسی اور صفت میں اللہ کی ما نند کوئی نہیں ہے اس کے وجود میں بھی

اس کے ما نند کوئی نہیں ہے۔ حقیقی وجود اللہ کے سواکسی کا نہیں ہے۔





مخلوقات فى نفسه معدوم ہيں

ای لیے ہم نے واجب الوجود اور ممکن الوجود کی تقسیم کا ذکر کیا تھا۔ اللہ واجب الوجود ہے کہ جس کا عدم ممتنع ہے جس کا عدم ممکن نہیں ہے جس کو وجود لائق اور سز اوار ہے۔ اللہ کے سوا جینے بھی موجودات ہیں ان کی اصل عدم ہے۔ ان کوعدم سے وجود میں لانے کے لیے واجب الوجود کی حاجت ہے۔ لہٰذا ہمار کی اصل عدم ہے۔ (اَلْاِنْسَانُ لَیْسَ لَهُ مِنْ نَفْسِه اِلَّا الْعَدم) انسان اپنفس میں جو ذاتی شے اپنے طرف سے رکھتا ہے وہ عدم ہے۔ یعنی اگر میرے سے لوچوا جائے کہ تمہارے پاس تمہارا ذاتی کیا ہے تو عدم کے سوامیرا ذاتی کچھ نہیں ہے کیونکہ جو کچھ عطا ہوا ہے وہ کہیں اور سے ہے۔ اگر میں اپنی ذات میں کسی شے کا مالک ہوں تو وہ عدم ہے۔ چونکہ عدم کوئی شے نہیں ہے لہٰذا میں کسی شے کا مالک ہوں تو وہ عدم ہے۔ چونکہ عدم کوئی شے نہیں ہے کہا مالک نہیں ہوں۔ کئی دفعہ ہم کہد دیے ہیں کہ کمکن الوجود میں وجود اور عدم کا پیڑا ہرا ہر ہوتا ہے تو میہ کسی سے کہا دادھر چلے جاؤیا اُدھر چلے جاؤیا انسان عدم کا شکار ہوجائے گا اگر اللہ کی مدداور اس کی قیومیت ایک کوئلہ کے لیے بھی منقطع ہوجائے ۔ لہٰذا آب دیکھیں:

﴿إِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّهٰوْتِ وَالْأَرْضَ اَنْ تَزُولُا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَاۤ إِنْ اَمْسَكُهُمَا مِنْ اَحْدٍ مِّنْ بَغْدِهِ ۗ اِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا ۞﴾ (فاطر)

''یقیناً اللہ ہی تھاہے ہوئے ہے آ سانوں اور زمین کو کہ وہ (اپنے راستے سے) ہٹ نہ جائیں۔اورا گروہ ہٹ جائیں توکوئی نہیں جوان کوتھام سکےاس کے بعد!یقیناوہ بہت برد ہار' بہت بخشنے والا ہے۔''

اوراگریڈل جائیں' زوال کا شکار ہوجائیں' عدم کا شکار ہوجائیں تواللہ کے سواانہیں تھام بھی کون سکتا ہے! اللہ کی طرف سے مستقل ایک امداد ہے' اس کی طرف سے مستقل ایک فیضان ہے' جود وکرم ہے جس کی بنا پر بیا شیاء وجود پار ہی ہیں۔ اگر بیمنقطع ہوجائے یا اللہ تعالی اپنی امداد اور فیض ایک لحظ کے لیے روک لے توبیہ سب پچھ عدم کا شکار ہوجائے گامکن الوجود' واجب الوجود کے بغیر پچھ بھی نہیں ہے۔لہذا ہم ممکن الوجود ہیں' یعنی اللہ سجانہ وتعالیٰ نے ہمیں پیدافر مایا۔اللہ تعالی واجب الوجود ہیں یعنی اپنے ہونے میں کسی کے محتاج نہیں ہیں۔

صفات ِسلبيه

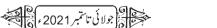
صفاتِ سلبیہ صفاتِ معانی سے پہلے کیوں آئیں'اس کی توجیہہ میں علماء نے ایک نکتہ یہ بیان کیا کہ اللہ بھی ہمیشہ بیچ کوحمد سے مقدم رکھتے ہیں۔یعنی قر آن مجید میں آپ جہاں بھی د کھتے ہیں کہ سیچ اور حمد کا ذکر آیا:

﴿فَسُبُحٰنَ اللهِحِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ۞وَلَهُ الْحَمْلُ فِي السَّمْوٰتِ وَالْأَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ۞﴾ (الروم)

'' توتم تشیخ کرواللہ کی جبتم شام کرتے ہواور جبتم صبح کرتے ہو۔اوراُسی کے لیے حمد ہے آسانوں اور

4

ز مین میں اور رات کواور جب تم ظهر کرتے ہو۔'' زمین میں اور رات کواور جب تم ظهر کرتے ہو۔''





وہاں شبیج پہلے ہے اور حمد بعد میں ہے۔ اس طرح اللہ کے نبی صفی اللہ سے جینے کلمات مروی ہیں:

سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلهِ ' سُبْحَانَ اللهِ وَ بِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيْمِ

توان میں بھی شبیح مقدم ہے ٔ حدموخر ہے۔

معلوم ہوا کہ اللہ سجانہ وتعالیٰ کی صنت بھی یہی ہے کہ وہ اولاً پھے چیزوں کی نفی اپنی ذات سے فرماتے ہیں 'یعنی نفی مقدم ہے اثبات پر۔اسی ترتیب کو پیشِ نظررکھا ہے علاء نے کہ صفاتِ معانی میں تو پھے معانی ہیں جن کا اثبات کیا جارہا ہے۔اللہ سجانہ وتعالیٰ کی ذات میں ۔جبکہ صفاتِ سلبیہ میں پھے چیزوں کی نفی جارہی ہے۔صفاتِ سلبیہ گویا بمعنیٰ تنزیداور تسبیح کے ہیں اور صفاتِ معانی بمعنیٰ حمد کے ہیں۔ سُبٹ حَانَ اللّهِ وَالْحَمْدُ لِلّهِ۔ تسبیح برنقص کی نفی ہے تھر برصفتِ کمال کا اثبات ہے۔

صفت قدم

صفات سلبیہ میں سب سے مقدم صفت قدم ہے۔ لفظ قدم مصدر ہے اور اس سے جو اسم بنے گاوہ قدیم ہے۔

پھولوگوں نے کہا کہ لفظ قدیم کا اطلاق اللہ کے حق میں جائز نہیں۔ کیوں جائز نہیں ہے؟ اس لیے کہ مروی نہیں ہے۔
اسماء وصفات توقیقی ہوتے ہیں عمومی قاعدہ یہی ہے۔ اسم کا اثبات نہیں ہوگا بغیر توقیف کے کیکن یہاں تو اثبات کر
لیا گیا۔ قدیم کا لفظ قر آن وصدیث میں وار دہوتا نظر نہیں آیا۔ للبذا بہت سے علماء خصوصاً آج کل کے سب سے پہلا
اعتراض بیر کے ہیں کہ قدیم کا لفظ وار دنہیں ہے۔ یہ بات چلی آرہی ہے کہ قدیم کا لفظ کہیں وار دنہیں ہے کیکن کچھ
علماء نے کہا کہ قدیم کا لفظ تو وار دہے۔ یہ لفظ مندا حمد اور سنن ابی داؤد کی روایت میں ہے جو مبحد میں داخل ہوتے
ہوئے دعا یڑھی جاتی ہے:

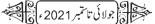
((اَعُوْذُ بِاللَّهِ الْعَظِيمُ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيم))(ابوداؤد)

بیروایت ثابت ہے۔ اب یہاں کوئی شخص سے کہہ سکتا ہے کہ سلطانہ القدیم ہے اس کی صفت کوقد یم کہا گیا ہے۔
اس کا جواب سے ہے کہ اگراس صفت کوقد یم کہا گیا ہے تو ذات تو بالا ولی قدیم ہوگی۔ یعنی اگر صفت اس کی قدیم ہے
تو رہنیں ہوسکتا کہ ذات قدیم نہ ہو صفت کوقد یم کہہ دیا تو ذات کے لفظ پر بھی قدیم کا اطلاق ہوسکتا ہے۔ دوسری
بات سے ہے کہ جیسے مرتضیٰ زبیری علیہ الرحم جنہوں نے احیاء العلوم کی شرح کی انہوں نے کہا کہ اساء واقعی توقیقی
ہوتے ہیں لیکن اگر قدیم کالفظ وار ذہیں بھی ہواتو اُمت کا اجماع ہے: اجمعت الامة علی تسمیة الله سبحانه
و تعالی بالقدیم 'لہذا جائز ہے۔ اس پر پچھ علاء نے رد کیا کہ نہیں اُمت کا اجماع نہیں ہوااس لیے کہ شروع سے
ابھی تک پچھوگ اس کا انکار کرتے چلے آئے ہیں۔ متقد مین میں مشہور ہیں ابن جن م ہوں نے فر ما یا کہ لفظ قدیم کا
اطلاق صحیح نہیں ہے۔ بعد میں آنے والوں میں بھی بہت سے لوگ ہیں' ابن تیمیہ علیہ الرحم بھی یہی بات کہتے ہیں کہ
لفظ قدیم کا اطلاق درست نہیں ہے۔ بہر حال جب سلطانہ القدیم کا لفظ آگیا تو قدیم کا اطلاق اللہ سبحانہ و تعالی کے
لیزیادہ سے زیادہ اگر مختلف فیہ مسئلہ ہوگا تو اس حوالے سے کہ لفظ کا اطلاق ہوسکتا ہے کہ نہیں۔ باقی بیہ معانی اللہ

42







سجانہ وتعالیٰ کے حق میں ثابت ہیں۔

الاول كامطلب صرف ' يبهلا' ' هونانهيس

قديم كامطلب ہے سلب البداية _ یعنی اگرلفظ میں دیکھیں تو آغازیا ابتدا کی نفی کی گئی ہےوہ یعنی اللہ سجانہ وتعالیٰ کی ابتدا کوئی نہیں ہےاور قر آن وحدیث میں اس کے لیےلفظ الاول آیا ہے:

﴿هُوَ الْأَوَّلُوَ الْأَخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ عَ (الحديد:٣)

الله کے نبی صاَلتْ اللہ کی حدیث ہے:

((اَللَّهُمَّ انْتَ الْأَوِّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَانْتَ الْآخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ وَانْتَ الظَّاهِرُ ۚ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ وَٱنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُوْنَكَ شَيْءٌ ' اقضِ عَنَّا الدِّيْنَ

وَأَغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ)) (صحيح مسلم)

بیسارا کچھ فرمانے کے بعد اللہ کے نبی ساتھ ٹالیا ہے فرمایا کہ:اے اللہ! ہمیں قرض سے نجات دے لیعنی اللہ کی صفات بیان کر کے بچھ دعا بھی مانگی گئ ہے اور وہ دعا قرض سے چھٹکار ہے کی ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ قرض کوئی اچھی شےنہیں ہے ۔ بہر حال لفظ قدیم کا قر آنی اطلاق اگر دیکھا جائے تو وہ الاول ہے۔قدیم کا مطلب سلب البدابيہ ہے۔سلب بدابيكا مطلب ہے كەاللەسجانەوتعالى كى كوئى ابتدانہيں' لفظ اول اپنے اندرییا یہام ركھتا ہے كہوہ الاول ہے اس کیے فلیس قبلک شیء ۔اس صدیث کی توضیح میں علماءنے کہا:انت الاول کا مطلب ہے:انت الاول بلا اولیه-آپ الاوّل ہیں جس کا کوئی اول نہیں ہے اور فلیس قبلک شیء کا مطلب ہے: فلیس قبلک شہے ؟ لانہ لا قبلیة قبلک یعنی آپ ہے پہلے کا مطلب ہی کچھنہیں ہے آپ ہمیشہ ہے ہیں۔اللہ سجانہ وتعالیٰ کوہم اول اس معانی میں نہیں کہدرہے کہ وہ سب سے پہلے آئے اس کے بعد باقی لوگ اللہ نے پیدافر مادیے۔ نہیں اللہ سجانہ وتعالیٰ کی کوئی ابتدانہیں ہے۔وہ ہمیشہ سے ہیں اور بقابہ ہے کہ ہمیشہر ہیں گے ۔توانت الاہل ملا اوليه وانت الآخر بلا آخريه صفت قدم بـ

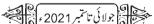
قدم حقيقي اورقدم بالزمان كافرق

لفظ قدیم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے استعال ہویا نہ ہؤاس کے معانی کا اطلاق ضرور ہوگا۔علماء نے قدیم کی دو تقسیمیں کیں۔ایک قدیم بالزمان او ردوسری قدیم حقیقی۔قدیم بالزمان کا مطلب ہے:جب سے زمان ہے وہ ہے۔اس معانی میں علماء نے کہا کہ اگر کوئی عالم کوبھی قدیم کہہ دے توجمیں کوئی مسلہ نہیں ہے' یعنی ہماری لڑائی اصطلاحات میں نہیں ہوتی ۔ہم جوقدیم سےمعانی لےرہے ہیں وہ ہے:غیرمسبوق بالعدم ۔بس اتنا ضرور مانو کہ اللہ کے سوا جو شے ہے وہ مسبوق بالعدم ہے۔اس سے پہلے عدم تھا۔ یعنی تم عالم کو بے شک قدیم بالز ماں کہہ دولیکن بیر مانو کہ عالم مسبوق بالعدم ہے۔ یعنی اس سے پہلے اس کا عدم تھا۔ وہاں وقت نہیں تھا' عدم تھابس ۔اللہ سجانہ وتعالیٰ قدیم حقیقی ہیں' کیونکہ قدیم بالز ماں تو زمان کےاندر ہوتا ہےاور قدیم حقیقی خارج از زمان ہےجس پر زمان وارد ہی نہیں ا

43







ہوتا۔ یعنی ینہیں ہے کہ وہ زمانے میں سب سے پہلے ہیں بلکہ یہ کہ وہ ماقبل زمان ہیں۔ ان پر زمانہ ہیں گزرتا۔ اس کو علماء کہتے ہیں کہ وہ وجود متزمن الذی فی الزمان ، علماء کہتے ہیں کہ وہ وجود متزمن الذی فی الزمان ، علماء کہتے ہیں کہ وہ وجود متزمن الله فی المکان ولیس فی الزمان بل هو خارج اللہ کا لفظ بھی والمتمکن الذی فی المکان۔ فلیس الله فی المکان ولیس فی الزمان بل هو خارج اللہ تعالی کی صفت تمام کے ساتھ ہے۔ خارج از زمان والمکان تولفظ قدم سے ہم یہ مراد لے رہے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالی کی صفت سلیم جو سب سے پہلے ہے وہ قدیم ہے قدیم حقیق ہے۔ اس قدیم حقیق کے لیے پچھ علماء قدیم بالذات کی اصطلاح بھی استعال کرتے ہیں۔

عالم کوقد یم کہنا بھی ہے توقد یم بالز مان کہد دولیکن اس لاحقے کے ساتھ کہ: قدیم بالز مان و لکنہ مسبوق بالعدم لیکن وہ عدم کے بعد ہے۔ جس نے یہ بات مان کی اس نے شیک بات مان کی اور جس نے یہ کہد دیا کہ عالم یا کوئی الیس شے جواس کا مادہ 'جولہ یا معالم علاقت ہے وہ ہمیشہ سے وجو در کھتا ہے تواب اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی صفت قدم میں شرک ہوگیا۔ یعنی اگر اللہ قدیم ہے اس کی کوئی ابتدانہیں ہے اور اللہ کے سوابھی کوئی شے الیں ہوگئی کہ جس کی کوئی ابتدانہیں ہے تواللہ سبحانہ وتعالیٰ کی صفات میں شرکت ہوگئی جو کہ شرک ہے۔ یہ وہ مسئلہ ہے کہ جس پر ہمارے علماء اہلی سنت نے فلاسفہ میں سے بہت سے لوگوں کی تکفیر کر دی۔ جیسے کہ امام غز الی آنے کچھ مسائل پر فلاسفہ فارا بی اور پچھ دوسر ہے لوگوں کی تکفیر کر دی۔ جیسے کہ امام غز الی آنے بچھ مسائل پر فلاسفہ فارا بی اور پچھ دوسر ہے لوگوں کی تکفیر کی سے ایک مسئلہ یہی ہے کہ وہ کسی substance کو نہولہ کو کسی مادہ (matter) کوقد یم مانتے ہیں۔ یہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی صفات میں الحاد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَيِلْهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنَى فَادْعُوهُ مِهَا ۗ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُونَ فِي ٓ اَسْمَا َئِهٖ ۖ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُونَ ۞ ﴾ (الاعراف)

''اورتمام اچھے نام اللہ ہی کے ہیں' تو پکارواُ سے اُن (اچھے ناموں) سے۔اور چھوڑ دواُن لوگوں کو جواُس کے ناموں میں کجی نکالتے ہیں عنقریب وہ بدلہ یائیں گے اپنے اعمال کا۔''

حضرت عبداللہ ابن عباس اور دوسرے صحابہ سے الحاد کا ایک معنیٰ مروی ہے کہ اللہ کی کسی صفت کا مخلوق میں اثبات کردینا۔ وہ صفات وہ اساء جوخاص اللہ سجانہ وتعالیٰ کے لیے ہیں اگران میں سے کسی صفت کا اثبات غیر اللہ کے لیے ہیں اگران میں سے کسی صفت کا اثبات غیر اللہ کے لیے ہیں اگران میں سے کسی صفت کا اثبات غیر اللہ کے اللہ کی اللہ کی اللہ کی اس شان میں کسی اور کوشریک کردیا تو اس وجہ سے انسان مشرک اور کا فرہوجائے گا۔

ارواحِ انسانية قديم نهين ہيں

نہ ارواح انسانیہ نہ ملائکہ نہ اللہ کی بنائی ہوئی کوئی اور مخلوق اس کے ساتھ قدیم ہے بلکہ اللہ کے سواجو پچھ بھی ہو وہ مسبوق بالعدم ہے اور اللہ سجانہ و تعالیٰ کی مخلوق ہے ۔ کئی دفعہ بہت سے لوگوں میں اس طرح کا شبہ بھی پیدا ہوجا تا ہے کہ شاید ارواح انسانیہ بھی قدیم ہیں اور وہ اللہ کی ذات کا کوئی جزوتھیں پھر برآمد ہوکر نعوذ باللہ خارج میں آگئیں ۔ یہ تصور درست نہیں ہے بلکہ انسان کوشرک تک پہنچا سکتا ہے۔ یہ خطرناک بات ہے۔ قرآن مجید میں جوجا بجا







رَاجِعُوْنَ كَا لَفُظُ آتا ہے اس سے لوگ غلط استدلال کرتے ہیں۔ جیسے کس نے کہہ دیا کہ ﴿ إِنَّا لِلْيَهِ وَ إِنَّا إِلَيْهِ وَ اِنَّا إِلَيْهِ وَ اِنَّا إِلَيْهِ وَ اِنَّا إِلَيْهِ وَ اِنَّا اِلْيَهِ وَ اِنَّا اِلْلَهِ اَللَهُ وَ اِنَّا اللهِ وَ اِنْ اللهِ وَ اللهِ وَ اِنَّا اللهِ وَ اِنَّا اللهِ وَ اللهِ وَ اِنَّا اللهِ وَ اِنَّا اللهِ وَ اللهِ وَ اِنْ اللهِ وَ اِنَّا اللهِ وَ اِنْ اللهِ وَ اِنَّا اللهِ وَ اِنْ اللهِ وَ اِنَّا اللهِ وَ اِنْ اللهِ وَ اللهِ وَ اِنْ اللهِ وَ اللهُ وَ اللهِ وَ اللهِ وَاللهِ وَ اللهِ وَ اللهِ وَ اللهِ وَ اللهِ وَ اللهُ اللهِ وَ اللهِ وَاللهِ وَاللهُ وَاللهِ وَاللهُ وَالل

يُر الاول بالاولية والآخر بالآخرية مفت بقايعي وه آخر ٢٠ جو آيت ٢ : ﴿ هُوَ الْأُوِّلُ وَالْأَخِرُ ﴾ ـ الله القديم ہے الله الباقي ہے۔ الباقي الله سجانه وتعالى كياساء سے بھى ہے۔ ﴿ وَاللَّهُ خَيْرٌ وَّا اَبْقَى ﴾ الله سجانه وتعالیٰ بہتر ہیں اور باقی رہنے والے ہیں ۔ یعنی اللہ کے وجود کی کوئی ابتدانہیں ہے اور کوئی خاتمہ نہیں ہے۔اس میں پیہ مسکلہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمارا بھی خاتمہ نہیں ہے۔یعنی ہماری ابتدا تو ہے لیکن ہمارا خاتمہ نہیں ہے۔ایک خاص وقت پر اللّٰہ نے جمیں پیدا کیا ہے'ہم وجود میں آئے ہیں لیکن ہماراوجود گو یا ایک طرح کا ابدی وجود ہے'اس میں اختتا م بھی نہیں ہوگا۔ چاہےوہ جنت ہو چاہےوہ نعوذ باللہ دوزخ ہؤاب بیوجودمستقل باقی رہے گا۔تو کیا ہم اللہ سجانہ وتعالیٰ کی اس صفت بقاء میں شریک ہو گئے کہ جس میں مجھی اختتا منہیں ہے؟ علماء نے کہا بالکل شریک نہیں ہوئے۔الباقی وہ ہے جواپنی ذات کی وجہ سے باقی ہے۔اللہ کےسواا گرکوئی ماقی ہوگا بھی تووہ اس کے ابقاسے ٰاللہ کے باقی رکھنے سے باقی ہے۔وہ اپنی ذات کے اقتضاء سے باقی نہیں ہے۔اللہ سجا نہ وتعالیٰ تو اپنی ذات کی وجہ سے باقی ہیں کیونکہ ان کی کوئی ابتدانہیں' کوئی انتہانہیں۔وہ قائم بالنفس ہیں۔ پیجھی اللہ کی صفات سلدییہ میں سے ہے: قیام بالنفس۔ ہم جو جنت میں باقی رہیں گے (ان شاءاللہ) تووہ باقی رہنااللہ کےابقا سے ہے۔ ہمارا وجود بھی لامتنا ہی نہیں ہوگا۔ ماضی میں اگر ہمیشہ کا وجود ہوتو پھر پیرلا متناہی ہوتا ہے 'مستقبل میں کبھی لامتناہی وجودنہیں ہوسکتا مستقبل میں ایک وجود ہمیشہ سے ہولیکن اگر اس کی ابتدا ہے تو وہ ہمیشگی کے ہر مر جلے پرمحدود ہوگا۔اس کو جہاں بھی دیکھیں گے تواس کی ا ہتدا سے لے کروہ جگہ ایک محدود شار ہوگی ۔ وہ بھی بھی لامحدود وجوذ نہیں بن سکے گا۔ چاہےوہ ہمیشہ ربتار ہے لیکن وہ جیشگی اسے بھی حاصل نہیں ہور ہی ہوگی' کیونکہ جیشگی کےجس مر حلے میں بھی وہ ہوگا' وہ جیشگی نہیں ہوگی' وہ ایک محد ود وجو د ہوگا۔ چنانچہالٹد سبحانہ وتعالٰی کی اس صفت میں ہم حقیقی طور پرشر یک نہیں ہیں' کیونکہ اللہ تو از لی وجود ہے۔ نہاس کی



صفت بقا

ابتدائے نہ کوئی انتہاہے۔ہماری ابتدائے لہذا جہاں بھی ہم ہوں گے زمان کے اعتبار سے ایک محدود وجود ہوں گے۔ دوسرافرق علماء نے بیان کیا کہ ہم ہمیشہ تو ہوں گے لیکن ہمیشہ داخل الزمان ہوں گے۔اللہ کی ہیشگی داخل الزمان نہیں ہے وہ تو خارج الزمان والمکان ہے۔ لہذا اللہ سجانہ وتعالیٰ کی اس صفت آخریت (بقا) اور صفت اولیت (قدم) میں کوئی شریک نہیں ہے۔ ﴿ هُوَ الْاَوْلُ وَالْاَ خِرُ ﴾۔الظاہر کی تعریف بھی کردیتے ہیں۔اللہ کے نبی ساتھ آئے آئے فرمایا:

((اَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ)) (مسلم)

توالیاظاہرہے کہ تجھ پر کوئی غالب نہیں ہے۔ ظاہر غالب کوبھی کہتے ہیں۔

((وَأَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُوْنَكَ شَيْءٌ)) (مسلم)

تواپیاباطن ہے کہ تجھ سے کوئی شے فی نہیں ہے۔

یعنی توسب کچھ جانتا ہے۔اللہ کے نبی سابھ ایہ ہے۔ اس آیت کی تفسیراس طرح مروی ہے۔

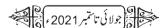
ایک بات نوٹ کرلیں کہ ان مباحث سے کہیں ایبامحسوس نہ ہو کہ یہ با تیں ہم پہلی دفعہ ن رہے ہیں ہم تواس طرح کا عقیدہ رکھتے ہی نہیں سے نہیں ! اللہ کے بارے میں بیسب با تیں آپ پہلے سے مان رہے ہیں۔ اگر کسی سے بھی پوچھاجائے گا کہ اللہ کی کوئی ابتداہے تو وہ بھی بھی نہیں کہے گا کہ اس کی کوئی ابتداہے وہ بھی بھی نہیں مانے گا کہ اللہ کی کوئی انتزاہے وہ بھی بھی نہیں مانے گا کہ اللہ کی کوئی انتزاہے وہ بھی بھی نہیں مانے گا کہ پہلی دفعہ سنا تو ہماراعقیدہ ہی کوئی نہیں ہے۔ ہم توا سے ہی چلے جارہے ہیں۔ آپ بیساری با تیں جانتے ہیں البتہ پہلی دفعہ سنا تو ہماراعقیدہ ہی کوئی نہیں ہے۔ ہم توا سے ہی چلے جارہے ہیں کی جارہی ہیں۔ یہ ہوسکتا ہے کہ پچھ ایک مرتب انداز میں جیسا کہ ہمارے علماء نے بیان کی ہیں وہ پیش کی جارہی ہیں۔ یہ ہوسکتا ہے کہ پچھ ایک اللہ کی بارے میں ہولی ہوگی۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہ لفظ قدیم یا ہمیشہ ایسا بھی ہوتا ہے۔ امید ہے کہ لفظ قدیم یا ہمیشہ ایسا بھی ہوتا ہے۔ امید ہے کہ لفظ قدیم یا ہمیشہ کی کئی ہوتا ہے۔ امید ہے کہ ایسی حاضر نہ ہول کی وہ ہو کہ ہول جو پہلے سے ذہن میں حاضر نہ ہول کین امید ہے کہ ان کی کسی قشم کی تکذیب بھی ذہن میں حاضر نہ ہول کہ ہوگی۔

صفت مخالفة للحوادث

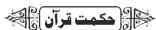
اگلی صفت مخالفة للحوادث ہے۔ یہ صفت بھی بہت اہم ہے۔ مخالفة للحوادث کواگر ہم قرآنی نام دیں گئو وہ ہوگا: لَیْسَ کَیِشُلِه شَیْ عُیا وَلَمْ یَکُنْ لَهُ کُفُوًا اَحَلَّ یا هَلْ یَعْلَمُ لَهُ سَمِیًّا۔ سمی کہتے ہیں ہم نام کو اور ہم نام سے مراد ہے: ہم صفت ۔ هَلُ تَعْلَمُ لَهُ سَمِیًّا۔ اس کا کوئی ہم صفت جانے ہویا وَلَمْ یکُنْ لَّهُ کُفُوًا اَحَلُ اس کے کوئی ماند نہیں ہے۔ کفو کہتے ہیں برابر کو۔ اس جیسا کوئی نہیں ہے۔ اور اس کا کوئی نتر (مترمقابل) نہیں ہے: ﴿ فَلَا تَجْعَلُو اللّٰهِ اَنْدَادًا ﴾ (البقرة: ۲۲) اور دوسروں کو اللّٰہ کا تیرمقابل نظیراؤ۔

اس بارے میں سب سے محکم آیت سورۃ الشوریٰ کی ہے:

﴿فَاطِرُالسَّمْوٰتِ وَالْاَرْضِ حَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ الْانْعَامِ



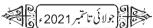




آزُوا جًا آینُدرَوُ کُمْ فِیهِ ﴿ لَیُسَ کَمِثْلِهٖ شَیْ ﴾ وَهُوَ السّمِینُ الْبَصِیْرُ ﴿ لَهُ مَقَالِیْكُ السّمؤتِ وَ الْبَصِیْرُ ﴿ لَنَهْ بِحُلِّ شَیْ عِ عَلِیْمٌ ﴿ ﴾ السّمؤتِ وَ الْاَرْ فَي لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقُورُ وَ إِنَهُ بِحُلِّ شَیْ عِ عَلِیْمٌ ﴿ ﴾ ' دوه آسانوں اور زمین کا پیدا فر مانے والا ہے۔ اُس نے تمہاری ہونوع ہے تمہاری مثال کی سیمی کوئی شے چو پایوں ہے بھی جوڑے (بنائے)۔ اس میں وہ تمہاری افزائش کرتا ہے۔ اُس کی مثال کی سیمی کوئی شے نہیں۔ اور وہی ہے سب کچھ سنے والا سب کچھ دیکھنے والا ۔ اُس کے لیے ہیں آسانوں اور زمین کی تمام کنجیاں۔ وہ کشادہ کر دیتا ہے رزق جس کے لیے چاہتا ہے اور (جس کو چاہتا ہے) ناپ تول کر دیتا ہے۔ یقینا وہ جہ چیز کا جانے والا ہے۔''

مخالفۃ للحوادث کامطلب ہے اللہ کے سواجو کھے تھی ہے وہ حادث ہے۔ (گانَ بَعْدُ إِنْ لَمْ یَکُنْ) نہ ہونے کے بعد ہوگیا۔ حادث مسبوق بالعدم ہے۔ جونبیں تھا اور ہوگیا وہ حادث ہے جس سے پہلے عدم تھا وہ حادث ہے۔ جو شح حادث ہے وہ اپنے عائدر کچھ الیمی صفات رکھتی ہے جس کی بنا پر اس کے حدوث کو بچھانا ہا سکتا ہے۔ ہمیں کسے پتا پطے گا کہ وہ حادث ہے؟ اللہ ہم نے اس کی ابتدانہیں دیکھی تو ہم کسے جان لیس گے کہ وہ حادث ہے؟ بقیناً اس کے علا گا کہ وہ حادث ہونی چا ہمیں۔ اس کے اندر پچھا سے جان لیس گے کہ وہ حادث ہے؟ بقیناً اس کے اندر پچھ حدوث کی علامات ہونی چا ہمیں۔ اس کے اندر پچھا سے اشار کے الیی نشانیاں الی آیا ہے ہوں جن کے ذریعے پتا چل جانے کہ بیے حادث ہے۔ جو چیزیں حوادث میں پائی جائیں گی اور جوان کے حدوث پر دلیل ہوں گی اگر وہ اللہ ہوا نہ ہوا کہ ہوا ہمیں تھوا ہے کہ ہوں گی ہوا ہے گئی گا گر وہ اللہ ہوا دو خیر حادث میں امتیاز قائم گی اگر وہ اللہ ہوا دو خیر حادث میں امتیاز قائم ہوا کے کہ جس کی بنا پر حادث اور غیر حادث میں امتیاز قائم ہوا ہوا کے کہ جو بنا کے حدوث ہیں۔ ہم حادث ہیں اس لیے کہ تھو وجو کے اور ان صفات میں مشارکت لازم نہ آجائے کہ جو بنا کے حدوث ہیں۔ ہم حادث ہیں اس لیے کہ تھو دو جو کہ جو سے جو سے جو بیت کی صورتیں ہو سے تھے بعد میں ہمی آگتے تھے۔ بہت کی صورتیں ہو سے تھے بہ تھی اور بیا ہو اس تھے بہت کی صورتیں حادث ہے۔ اللہ بجانہ وقعائی کے لیے ان تمام صفات کا اثبات نہیں ہو سکتا تھی اور بیا حادث شار ہو گئے۔ کہ میں بیا کہ بن پر ہم حادث شار ہو گئے۔ کا کا نات حادث ہوں۔ میرا مالک نمائی کی نمام بنیا دی صفات اس کے حدوث پر دال ہیں۔ وہ نہایت واضح انداز میں بتارہی ہیں کا کا نات حادث ہوں۔ میرا مالک نمائی کو نی اور ہو سے میرا بنا نے والکوئی اور ہے۔

للبندااس کا ئنات کا بنانے والا یقیناً اس کا ئنات اور اس کے اندر جنتی مخلوقات ہیں ان کی مانند نہیں ہوگا۔ یہ خالفہ للحوادث کا مطلب ہے۔ لیسس کہ شلع شہیء۔ اگر اس کے شل پچھ ہوتا اور وہ مخلوق ہوتا تو جواس کے شل ہے وہ مجلوق ہوتا تو جواس کے شل ہے وہ مجلوق ہوتا تو جواس کے شل ہے وہ مجلوق ہوتا تو اسے اور خالق کی حاجت ہوتی۔ اگر وہ خالق بھی مانند اپنے مخلوق کے ہوتا تو اسے اور خالق کی حاجت ہوتی ۔ یا تو یہ سلسلہ ایسے خالق پر ختم ہوگا کہ جواپنی مخلوق کی مانند نہیں ہوگا کہ بندا اسے مزید خالق کی حاجت نہیں ہوگا۔ وہ اپنی ذات میں قائم بالنفس ہوگا۔ یہ مخالفة للحوادث کا مطلب ہے۔ یعنی جتنی بھی مخلوقات میں جو عدم سے وجود میں آئی ہیں وہ اللہ سجانہ وتعالی ان کی مانند نہیں ہیں۔ ہم جو پانچ صفات ہیں ، جتنی بھی چیزیں ہیں جو عدم سے وجود میں آئی ہیں وہ اللہ سجانہ وتعالی ان کی مانند نہیں ہیں۔ ہم جو پانچ صفات







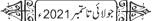
سلبيه يره رہے ہيں 'سورة الاخلاص ميں به پانچوں صفات موجود ہيں۔

(قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌّ) میںصفت وحدانیت کاذکر ہے ۔(اَللّٰهُ الصَّبَدُ) میںغنا' قیام بالنفس ہے۔(اَکمہ يَلِنُ):اس كَي ما نندكو كَيْ نهيں ہے۔اس كا ايك مطلب يہ بھى ہے كه اس نے اپنے جيسانہيں جناہے۔(لَمْم يُوْلَنُ): اس کی ابتدانہیں ہے۔وہ کہیں سے صادر نہیں ہوا'وہ ہمیشہ سے ہے۔ (وَلَحْدِ يَكُرُجُ لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ) میں ججی لَیْسَ كَبِهْ ثَلِهِ شَيْء كابيان اور مخالفة للحوادث كاذكر ہے۔ايك صفت بقاره گئ ليكن ووبقاس كےاندر ہے يعني لَهْمه يُوْلَنُ - جوقديم موتائ جو ميشه سے ہو وہ فتانہيں موسكا۔ كويايه پانچ صفات سورة الاخلاص ميں آسكيس - لَهُ يَلِلْ ہم بقا کے معنی میں بھی اس طرح لے سکتے ہیں کہ ول کا ہونا بقائے لیے ہماری حاجت ہے۔ کَمْدِ یَلِکُ میں گویا اسے حاجت ولدنہیں ہے کیونکہ وہ باقی ہے اور حاجت ولد اس کو ہے کہجس کے وجود کی انتہا ہوتی ہے اور وہ اپنے وجو د کی ايستين ابن اولاد ك ذريع برقرار ركها ب- كويا كَمْ يَكِن وهو الباقى فلا يحتاج إلى الولد-"وه باقى ب اسےاولا دکی احتیاج نہیں'' کے معنی میں بھی ہوسکتا ہے۔

توضيح كَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ

﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِينَحُ الْبَصِيْرُ ۞ ﴾ مورة الثوريٰ كي آيت ہے۔عربی زبان كا ایک مشهور قاعده ہے كه: النكرة في سياق النفي تفيد العموم يعني في كسياق ميں مكره آجائة وه عموم كا فاكده دیتا ہے۔'' عام'' کہتے ہیں جواپنے تمام مشمولات'اپنے تمام افراد کو بیک وقت شامل ہو۔ یعنی لفظ عام جب ہم بولتے ہیں تواس کا مطلب ہوتا ہے: العام وضع لمعنی معلوم علی (الشمول دفعةً و احدةً)۔ بیلفظ عام کی *تشر ت* ہے۔جب ہم کہتے ہیں عموم کے لیے تو گویا کوئی شے باہر ندرہی ۔ یعنی لیس کمثلہ الیس نفی ہے اس کے بعد نکرہ كهال آربام: شيء دليس كمثله شيء وكوياتر جمد بن كانبيل ماننداس كوئى بهي شے يعني صرف شے نہیں' کوئی بھی شے۔عموم کا مطلب بھی یہی ہے۔جیسے میں اگر کہوں ماجاء نی رجل'اس کا مطلب پنہیں کہ ایک صاحب نہیں آئے بلکہ نکرہ کی وجہ سے مطلب ہوگا: مَا جاء نی ای رجل' کوئی بھی آ دمی میرے پاس نہیں آیا۔ گویا لَیْسَ کَمِثْلِهِ شَیْءٌ 'اس معنیٰ میں اللہ کے سواتمام چیزوں پر حاوی ہے۔ یعنی اللہ کے سواجو پچھ بھی ہے وہ ما ننداللہ کے نہیں۔اس آیت میں مزیدمبالغہ بیہ ہے کہ پنہیں کہا کہ لیس لذاتہ شیءاس کی ذات جیسا کوئی نہیں ہے۔ پیجھی كها جاسكتا تخاليس كنفسه ليس وجوده' وغيره وغيره ليكن يهال فرمايا: ليس كمثله- يهال مثل كااثبات نهيس ہور ہا۔ کچھلوگ جوالٹے سید ھےمطلب نکالتے رہتے ہیں انہوں نے کہا کداس آیت سے تومثل کا ثبات ہواہے تم کہہر ہے ہومثل کی نفی ہورہی ہے۔اللہ فر مار ہے ہیں اس کی مثل کی ما نند کوئی نہیں لبندااس کی ایک مثل ہے اس کی مانند کوئی نہیں' اللہ کی ماننزہیں بلکہ اس کی مثل کی مانند کوئی نہیں۔ یہ نضول بات ہے۔ آپ جب سے شخص کی تعریف کرتے ہیں تواسی طرح کہتے ہیں' ھل رأیت مثلہ۔'' کیا آپ نے اس کی مثل دیکھی ہے؟''مقصود اس کی مثل کی نفی کرنا ہوتا ہے۔عربی زبان میں جومحاورہ ہےاس کی اصل ہے کہآ پ بتانا بیہ چاہ رہے ہوتے ہیں کہا گراس کا کوئی مثل بھی





ہوتا تواس کی مانند بھی نہ ہوتا ۔ یعنی مبالغہ ہے اس کی مثل تو کوئی نہیں ہے۔ بالفرض اگراس کا مثل بھی ہوتا تواس مثل جیسا کوئی نہ جیسا کوئی نہ ہوتا۔ مقصود یہی ہوتا ہے کہ اس کا مثل ہوبی نہیں سکتا' کیونکہ اگر اس کا مثل ہوتا اور اُس جیسا بھی کوئی نہ ہوتا تو پھر اِس جیسا بھی کوئی نہ ہوگا ۔ یعنی جوصفت اس کے مثل کی ہے وہ کیااس کی بالاولی نہیں ہوگ ۔ تواگر اس کے مثل کی مانند کوئی نہیں ہوسکتا ۔ اس میں گویا بلیغ در جے میں مثل کی نفی ہوتی ہے اس کا اثبات نہیں ہوتا۔

اس آیت کے بارے میں تیسری بات یہ ہے کہ یہ آیت محکم ہے۔ محکم کا مطلب یہ ہے کہ نہاس میں تاویل کی گنجائش ہے۔ اختاف کی تقسیم ہے: ظاہر 'نص' مفسر' محکم ۔ ظاہر اورنص میں بھی تاویل اور ننخ کی گنجائش ہوتی ہے۔ اگر تاویل کی گنجائش ختم کردیں تو وہ مفسر ہوجا تا ہے کیکن مفسر میں ایک اور گنجائش رہ جاتی ہے۔ وہ ہے ننخ کی توالی اور ننخ دونوں کا اختال رفع ہوجائے تواس لفظ کو یا اس مفہوم کو یا اس آیت کو یا مجموعہ الفاظ کو یا کلمات کو حکم کہتے ہیں۔

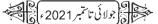
﴿ يَوُمَر يُكُشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُكُونَ إِلَى السُّجُودِ فَلَا يَسْتَطِيْعُونَ ﴿ خَاشِعَةً الْبُصَارُهُمُ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ * وَقَلْ كَانُوْ ايُكُونَ إِلَى السُّجُودِ وَهُمُ سٰلِمُونَ ﴿ اللّهَ ﴾ (القلم)
''جس دن پنڈل کھولی جائے گی اور آئیس پکارا جائے گا (اللہ کے حضور) سجدے کے لیے تو وہ کر آئیس عیس
گے۔ان کی نگا ہیں زیمن پر گڑی رہ جائیس گی ان (نے چروں) پر ذلت چھارہی ہوگی۔اوران کو (دنیا میں)
پکارا جا تا تھا سجدے کے لیے جبکہ میصیح سالم شے۔''

یہ ساری باتیں امام بیہقی نے الگ الگ عنوانات کے تحت کیں: الکلام فی صفة الید الکلام فی صفة الاستواء وغیرہ ۔ وہ ہرجگہ یہی بات بتا کیں گے کہ اللہ کے استوء اللہ کے یڈ اللہ کی عین کے بارے میں بینہ ہم لینا کہ بیخلوق کی طرح کوئی عضو یا جارحہ ہے یاان میں مخلوق سے کسی بھی طرح کی مشابہت ہے۔ ان آیات کوآیت محکم لیس کہ شامہ شیء کی طرف لوٹایا جائے گا۔ اسی طرح حدیث میں آتا ہے:

49







((يَنْزِلُ رَبُّنَا كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا)) (صحيح البخارى) "هاراربروزرات كونزول كرتاب او نياير."

نزول کوانسانوں پر قیاس مت کر لینا'اس کوجھی گیہس گیہ فیلہ شکیء گی روثنی میں سمجھا جائے گا۔ وہ تمام سخیلات نصورات اور اوہام جوتمہارے ذہن میں پیدا ہور ہے ہیں ان سب کودور کر لو۔ اللہ کوجسمانیت سے مکان وزمان سے مبراقر اردو محکم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بیرها کم علی المتشا بہات ہے۔ آیات متشابہات کواس کی روثنی میں سمجھا جائے گانہ کہ اس کو آیات متشابہات کی روثنی میں ۔ مخالفۃ الحوادث اگر ہم نہ کریں توتشیہ پیدا ہوگی اور مخالفۃ للحوادث کو تنزیہہ کہتے ہیں۔ تشبیہ ایک مرض ہے۔ اللہ سجانہ و تعالیٰ کو ماننا چاہے جس غنا کے ساتھ' جس اطلاق کے ساتھ' جس احتیاج اور فقر کی نفی کے ساتھ اور جس عظمت اور جلال کے ساتھ' تشبیہ میں یہ چیزیں ماند پڑجاتی ہیں ۔ کس نہ کس درجے میں خدا کو ایک بڑے انسان' جو ہے توانسان کین شاید اپنی صفات میں کامل ہے' اس کی ایک شکل دے دی جاتی ہو ہے۔ ہماری تاریخ میں ایسے گروہ پیدا ہوتے چلے گئے جن کو مشبہہ کے نام سے یاد کی ایک شکل دے دی جاتی ہوئے میں اسے کہ کہ دیا کہ شاید اللہ سجانہ و تعالیٰ بھی کسی جگہ با قاعدہ بیٹھے ہوئے کیا گیا اور ان کو گراہ فی کسی جگہ با قاعدہ بیٹھے ہوئے میں نعوذ باللہ اور ایک چیز نے ان کو گھرا ہوا ہے۔ ان کے بھی اعضاء اور جوارح ہوتے ہیں' وغیرہ وغیرہ وغیرہ ۔ یہ سب گراہیاں ہیں اور جن لوگوں نے اس مسکلے پر کتا ہیں کھیں' جسے ابن حزم اور شہر سانی' انہوں نے کہا کہ یہ مسلمانوں میں یہود سے آیا ہے۔ واللہ اعلم!

مباحثِ عقيره (٢)

آیات متشابهات کا اثبات مع التنزیه مسلک الملِ سُنّت ہے

دلائل شرعيه ودلائل عقليہ سے يہ بات ثابت ہوگئ كەللە سبخانه وتعالى كى مانندكوئى نہيں ہے نه اس كى ذات ميں نه اس كى صفات ميں نه اس كے افعال ميں ۔ اس من ميں محكم آيت كيتس كية فيله شئيء ہے ۔ الله سبخانه وتعالى كى مانند كي هي نهيں ہے ۔ اس طريقے پر فرمايا: ﴿ وَلَمْهِ يَكُنْ لَهُ كُفُواً اَحَنَّ ۞ كه اس كان كوئى نهيں ہے ۔ يہ ما مانند كي هي نهيں ہے ۔ اس طريقے پر عرض كرديا كيا كه ﴿ هَلُ تَعْلَمُ لَهُ سَعِيقًا ﴾ الله سبخانه وتعالى كے ہم نام اور ہم صفت كوئى نهيں ہے ۔ اس طريقے پر قرآن مجيد ميں جا بجا الله تعالى كى تنج اور تنزيمه كا بيان ہے جي ﴿ سَدِ بَتْ عِيلُهُ هِمَا فِي السَّهُ وَ مِنْ اللهُ بِحَالَةُ وَ اللَّهُ وَ اللهُ اللهُ



طے کرنااور بیسفروہی طے کرے گا کہ جوکسی زمان وم کان کے اندرمحدود ہے جبکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس سے ماورا ہیں۔ جو^{حت}ی تصوّرات' ملابسات اورتخیلات ہمارے ذہن میں وار دہوتے ہیں'اللّہ سبحا نہ وتعالیٰ اس سےمنز ہ ہے۔اہل *سُ*نّت کے ہاں بہ تنفق علیہ ہے کہ اللہ سجانہ وتعالیٰ جسمانیات' حسات' زمان' مکان سے ماورا ہیں اورو ہ اپنی مخلوق میں سے کسی شے کے مانندنہیں ہیں مخلوق اور خالق میں کوئی وجودی یاصفاتی تناسب اور مشابہت نہیں ہے۔اس لیے ہمیں ایک اصول دے دیا گیا کہ اگر اللہ کے بارے میں کسی آیت کے ظاہر سے ایسامحسوں ہوکہ گویاانسان اوراس کے خالق میں کوئی مشابہت ہے تواللّٰہ کی تنزیبہ بیان کر واس صفت کا اقر ارکرلوتنزیہہ کےساتھ۔

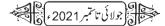
تاويل اجمالي (تفويض)وتاويل تفصيلي (تاويل)

الله سبحانه وتعالیٰ کی تنزیبه بیان کردینااورالله کی طرف علم کولوٹا دینا تنزیبه کے ساتھ اُس کو کہتے ہیں کہ تاویل اجمالی ۔ یہ اکثر سلف کا مسلک تھا۔ تاویل اجمالی یہ ہے کہ اللہ سجانہ وتعالیٰ کی تنزیبہ بیان کرواور اسے ہرتشم کی مشابهت مخلوقات ہے منزہ کرواور اس آیت یا لفظ کاحقیقی معنیٰ متعین نہ کرو بلکہ علم کو اللہ سجانہ وتعالیٰ کی طرف لوٹا دو۔ تاویل اجمالی کوتفویض بھی کہتے ہیں۔

سلف برکتے تھے کہ آیات صفات میں ہمارامسلک بیہے کہ قراءتھا تفسیرها لیعنی اس کی قراءت ہی اس کی تفسیر ہے۔لاکیف ولا معنیٰ ہم اس کی کیفیت اوراس کا معانی بیان نہیں کریں گے۔خلف کا مسلک تاویل تفصیلی کا ہے۔اس مسلک کی ضرورت کچھ خارجی عوامل کی وجہ سے پیش آئی ہے۔ تاویل پیہ ہے کہ اللہ سجانہ و تعالیٰ کی تنزيهه بيان كركے اس آيت يا اس صفت كاعر بى زبان كے اصول وضوابط اور اصول شرع كے مطابق جومعنى متعين کیاجائے اس کوظنی قرار دے دیا جائے۔ بینہ کہا جائے کہ ہم نے اس آیت صفت کا جومعنیٰ متعین کیا ہے وہ قطعی ہے بلکہ اس کوظنی کا درجہ دے دیا جائے۔ ہال قطعیت اتنی ضرور ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالی مخلوق کے مشابزہیں ہے۔ یہ تاویل ہے جوخلف کا مسلک ہے اوراس میں بھی بہت میں شرائط ہیں۔

لفظ كاصَر فعن الظاهر مبنى بردليل ہوگا

لفظ کواس کے ظاہر سے چھیرا جائے گا توکسی دلیل کی بنیاد پر۔وہ دلیل بات کوجا ئز قر ارد ہےرہی ہو کہاس لفظ کا ظاہر چونکہ مرادنہیں ہوسکتا للبذا ہم اس کواس کے ظاہر ہے چھیرر ہے ہیں۔اگر ہم بغیر کسی صحیح دلیل کے لفظ کواس کے ظاہر سے پھیریں گے تو یہاں سے باطنیوں کی تاویلات کا درواز ہ کھل جاتا ہے۔ یہ دومسالک ہیں اہل سُنّت کے: تفویض اور تاویل ۔تفویض کو ہم نے تاویل اجہالی کا نام دیا ہے جبکہ تاویل کوتاویل تفصیلی کا۔ تاویل اجہالی سلف پرغالب ہے۔وہ عموماً ان آیات کا کوئی ظنی معنیٰ بھی متعین نہیں کرتے بلکہ اللّٰہُ اَعْلَمُ بِصُرَادِہِ اور لا کیف ولا معنیٰ بیان کرکے گز رجاتے ہیں۔خلف نے بعض عوامل کی وجہ سے کچھ مشبہہ اورمجسمہ گروہ پیدا ہوجانے کی وجہ سے ان آیات کی تاویل کی ہے کیکن اے قطعیت کانہیں بلکہ ظنیت ہی کا درجہ دیا ہے۔



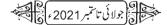




چنداصول مزید پیش نظرر ہنے جاہئیں جوصفات کے دوالے سے علماء نے بیان کے ہیں۔اللہ سجانہ و تعالیٰ کے لیے ہرصفت کمال ثابت ہےلیکن اس میں ایک احتیاط کی ضرورت ہے کہ وہ کمال محض ہو۔وہ صفت کمال کہ جس کا منشا نقص ہو' فقر ہو'احتیاج ہووہ اللّہ سجانہ وتعالیٰ کے لیے ثابت نہیں ہوگی۔ کچھ مشبہ اورمجسمہ گروہ گز رے ہیں جنہوں نے بیتا ویل پیش کی کہ مثلاً حرکت کرنا' پیریرے لیےصفت کمال ہے پانہیں! یقیناً میرے لیےصفت کمال ہے۔اگر میں حرکت نہ کرتا تو جمادات میں سے ہوتا جومیرے لیے کمال نہیں ہے۔میرے لیے تو کمال ہے کہ میں متحرک ہوں اور بالارادہ متحرک ہوں لیکن کیا پیکمال' کمال محض ہے؟ کیا پیکمال مطلق ہے؟ ہرگزنہیں۔ میراو جود پچھ حدود میں ہےجس کی وجہ سے میرے لیے حرکت کرنا کمال ہے۔اس زمان ومکان میں بندہونا میرا کمال ہے یامیرافقراور احتیاج ؟ پیریقیناً میرافقراوراحتیاج ہے' کیونکہ میں ایک محدود وجود ہوں۔اس فقراوراحتیاج کی وجہ سے میرے لیے حرکت کمال ہے۔اب اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے لیے جسی کیا ہم اسی معنی میں حرکت ثابت کریں گے؟ علاء نے کہا بنہیں' بالکل ایسانہیں ہوگا۔ جب ہم دلائل کی روشنی میں اللہ سجانہ وتعالیٰ کے بارے میں پیجان کیے کہ: وھو منزہ عن الزمان والمكان لیس بمتمكن ولا بمتزمن وہ نہ وجود زمانی ہے نہ وجود مكانی ہے تواس كے ليے حركت كمال نہيں ہے۔وہ تو ہرقتیم کی حدود سے ماورا ہے لہذا وہاں حرکت کا پیقصور ہوہی نہیں سکتا۔لہذا اللہ سجانہ وتعالیٰ کے لیے کمال محض ثابت کرناہے محض کمال نہیں۔ جوصفات اللہ نے اپنے لیے ثابت کی ہیں اور ہمارے اندر بھی موجود ہیں' جیسے ساعت ہے بصارت ہے ارادہ ہے کلام ہے قدرت ہے حیات ہے تو ہم اللہ کے لیے بھی پیصفات ثابت کریں گے گر ہراس قتم کے فقص اوراحتیاج سے منز ہ کر کے جوانسان کے اندریایا جاتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں لیکن روشنی اور آلہ بھر کے بغیرجس کوہم آئکھ کہتے ہیں'نہیں دیکھ سکتے۔ ہمارے دیکھنے کے لیے شے کو ہماری کسی جہت میں ہوناضروری ہے خاص فاصلے پر ہونا ضروری ہے 'ہرشے کود کیر بھی نہیں سکتے ۔ اللہ کے لیے جب بصر ثابت ہو گی توان تمام نقائص سے ماوراء۔وہاں نعوذ باللہ پینہیں کہ اسے دیکھنے کے لیے آلہ چاہیئے روشنی چاہیے۔ یاوہ کچھ کو دیکھتا ہے' کچھ کونہیں د کیھتا۔ان تمام باتوں سےمنزہ کر کےاللہ کے لیےوہ صفت ثابت ہوگی۔اللہ سجانہ وتعالٰی کے لیےصفات کا اثبات ہوگالیکن پیکمال محض کے در جے پر ہوگا کہ جس میں کسی قشم کا کوئی نقص اور احتیاج نہ ہو۔اللہ تعالیٰ غنی مطلق ہے۔

صفت قيام بالنفس

صفات سلبیہ میں سے پانچویں صفت ہے: القیام بالنفس۔ یعنی اللہ تعالیٰ قائم بالنفس ہے۔اس کا آسان مطلب ہیہ ہے کہ اللہ سجانہ و تعالیٰ چونکہ مُرَکِّب وجو ذبیں ہے لہٰ ذاان کا کوئی مُرَکِّب نبیں ہے۔اس کا کوئی مُحُرِّب ضیں ہے۔ اس کا کوئی مُحُرِّب ضیں ہے۔ اللہ اپنے بل پر قائم ہے۔ موثر ہے متاثر نہیں ہے۔ہم بہت می چیزوں سے متاثر ہوتے ہیں۔ ہم پر انفعالی کیفیت طاری ہوتی ہے۔اللہ سجانہ و تعالیٰ غنی مطلق ہے۔ کسی قسم کے احتیاج 'فقر' کی' کوتا ہی' نقص کا وہاں گزر نہیں ہوگی اللہ سجانہ نہیں ہوگی اللہ سجانہ و تعالیٰ کے لیے کامل غنا ثابت کرنا ضروری ہے۔ جب تک بیصفت ثابت نہیں ہوگی اللہ سجانہ و تعالیٰ ہے و تعالیٰ ہے۔ اللہ سجانہ و تعالیٰ ہے۔ اللہ ہو عبودیت کے لیے شرط ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:







﴿ يَاكَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُدُ الْفُقَرَآءُ إِلَى اللهِ وَ اللهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْلُ ﴿ (فاطر) (ناطر) " (اللهُ وادرالهُ وادرالهُ

یے غنائے مطلق اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کر ناضروری ہے۔اس سے مرادیہ ہے کہا پنے عقیدے میں بنیادی جگہد ینا۔ فی نفس الامرتواللہ کے لیے ثابت ہے لیکن ہم نے اپنے عقیدے میں بھی اس بات کو ثابت کرنا ہے۔

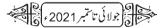
اللَّه ماورائے انفعال ہے

اللّٰد کے لیےالییصفت کاا ثبات کہ جس میں انفعال ہؤاس انفعال سے منز ہ کر کے ہوگا۔ پچھ صفات ایسی ہوتی ہیں جس میں ہم پرانفعالی کیفیت طاری ہوتی ہے ۔انفعالی کا مطلب ہے کہ ہم مفعول بن رہے ہوتے ہیں' فاعل خارج میں ہوتا ہے ۔مثال کےطور پر جب ہم پر رحمت طاری ہوئی' یعنی رحم آیا۔ یقیناً پہ صفت کمال ہے کیونکہ اس کی وجہ ہے کسی کوہم کچھ دیتے ہیں' لیکن ہوتا ہہ ہے کہ کسی کو برے حال میں اور تکلیف میں دیکھنے کی وجہ ہے ایک انفعالی کیفیت طاری ہوتی ہے۔ دل کی رقت پیدا ہوتی ہے ۔ یعنی خارج میں اس کو دیکھنے کی وجہ سے پہلے میں متاثر ہوتا ہوں اور پھراس انفعال کے بعد فعل کرتا ہوں' سے کچھ دے دیتا ہوں۔ جب ہم نے اللہ سجانہ وتعالیٰ کے متعلق جان لیا کہ وہ متا پڑنہیں ہے تواس پرانفعالی کیفیت نہیں آسکتی کیونکہ اس کا مطلب ہے خارج اس پراٹر انداز ہور ہاہے۔ جس پرخارج اثر انداز ہور ہاہے وہ خدا کیسے ہوگا؟ خداتو ماوراء ہے۔اب ہم اللہ کے لیے رحمت ثابت کریں گے تو تاویل اجمالی بیہوگی کہ جواللہ کے لائق ہےوہ رحمت اس کے لیے ثابت ہےجبکہ تاویل تفصیلی بیہوگی کہ ہم کہیں گے کہ اللہ کے لیے جورحمت ثابت ہے اس میں وہ انفعال کی کیفیت نہیں ہوسکتی جو ہمارے اندر ہوتی ہے۔ہم اللہ کے لیے رحمت کا اثبات کریں گےلیکن غنائے مطلق کے ساتھو'اس انفعالی کیفیت کی نفی کر کے ۔رحمت میں ہمارے لیے ایک انفعالی کیفیت ہے کہ رفت قلبی طاری ہوئی تو ہم دوسرے پر انعام واکرام کرتے ہیں۔ایک تواہے دینے کے لیے اور ایک اپنے آپ کواندر سے مطمئن کرنے کے لیے۔ رفت قلبی اگرختم نہ ہوتو ہم متنقل ایک عذاب ضمیر میں مبتلا رہیں گے۔اللّٰد کے لیے ہم پہنیں کہہ سکتے کہ وہ مجھ پررحم کرتا ہےاہیے آپ کومطمئن کرنے کے لیے نعوذ باللّٰد!وہ بس دے رہاہے' کچھ لے نہیں رہا۔ یہ ماننا بھی ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے کچھ حاصل نہیں کرتا'استفادہ نہیں کرتا' کچھ لیتانہیں ہے۔

غضب بھی اسی طرح ہے۔ یہ پچھالیی شے دیکھنے کی وجہ سے ہوتا ہے جو میری مراد اور مرضی کے خلاف ہے۔ایک انفعالی کیفیت طاری ہوتی ہے جس کے بعد میرے اندرییارادہ پیدا ہوتا ہے کہ میں اس سے بدلہ لوں یا اس پرکوئی غضب نازل کروں۔اللہ سجانہ و تعالیٰ نے اپنے لیے غصہ کا اثبات کیا ہے:

﴿ وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَاعَدَّ لَهُ عَنَى الْمَاعَظِيمًا ﴿ ﴾ (النساء)

''اوراللّٰہ کا غضب اس پر ہوگا' اور اللّٰہ نے اس پرلعنت فر مائی ہے اور اس کے لیے بہت بڑا عذاب تیار کررکھاہے۔''







اللہ کے لیے خصب تو نابت ہو گیالیکن کیا ہم یہ نابت کر سکتے ہیں کہ اللہ نے وہ شے دیکھی جواس کی مراد نہیں تھی۔

کا نئات میں کوئی شے اللہ کی مرضی اور مشیت سے خارج نہیں ہے اور غیر مراد شے دیکھنے کے بعد ایک انفعالی کیفیت طاری ہوئی نہیں! اللہ بھانہ وتعالی قائم بالنفس ہیں موثر ہیں متاثر نہیں ہیں۔ جب آپ اللہ کواس صفت کے ساتھ ما نیں گے کہ وہ بس دیتا ہے لیتا کچھ نہیں تو پھر امتنان شکر اور احسان مندی کے جو جذبات پیدا ہوں گے وہ اس صورت میں نہیں ہو سکتے اگر آپ یہ مانیں کہ اللہ جھے دے کر پھھ لے بھی رہا ہے۔ یعنی دوطر فرقعلق ہے نعوذ باللہ! صدیث میں آتا ہے کہ اگر تمام انسان تمام آنے والے انسان اور جن علی اُنٹی قلب رَجُلِ وَاحِدِ ہوجائیں سب سے زیادہ تقی ہوجائیں تب بھی: مَازَادَ فِیْ مُلْکِیْ شَیْئًا ، میری بادشاہی میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ اگر سب سے نیادہ تو بہ جو بائیں تو تب بھی: مَازَادَ فِیْ مُلْکِیْ شَیْئًا (صحیح مسلم) میری مملکت میں پھھ کی نہیں ہوتی۔

یتا چلا کہ ہمار اایمان نہاری طاعت نہارے اعمال صالحہ یہ سب ہمیں ہی نفع دیتے ہیں۔

كارتخليق سے الله كو يجهمفانهيں

الله سبحانہ وتعالیٰ کوکوئی شے نفع نہیں دیتی ہم جب بی عقیدہ رکھتے ہیں تو دیکھیں کیسے شکر کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔عدم کا پردہ چاک کر کے اس نے ہمیں وجود دے دیا محض دینے کے لیے محض رحمت کی وجہ سے وہ ہم سے کچھنیں لیتا۔

﴿ اَلْحَمْدُ لُولِلُو رَبِّ الْعُلَمِينَ ﴾ الله رب العالمين ہے۔ کيوں رب العالمين ہے؟ ﴿ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴾ رحمان اور رحيم ہے وصن رحمت کا ایک جوش' بہاؤ' کھیلا و اور فیضان ہے جس کی وجہ ہے ہمیں وجود دے دیا محض اپنے ارادے سے ۔ اللہ نے کوئی استفادہ نہیں فرمایا۔ ایسے تصورات کچھ باطل فرقوں اور کچھ فلاسفہ کے ہاں رہے ہیں کہ اللہ سجانہ و تعالیٰ نعوذ باللہ تخلیق کے اس کھیل سے کچھ حاصل کر رہے ہیں۔ وہ تدریجاً کمال کی طرف سفر کر رہے ہیں ۔ میدا کی صفات کمال میں اضافہ ہور ہاہے ۔ ان سارے ہیں ۔ یہ کا نئات اور خدامل کر اپنے آپ کو کامل کر رہے ہیں ۔ خداکی صفات کمال میں اضافہ ہور ہاہے ۔ ان سارے اتوال کا خلاصہ یہ بنتا ہے کہ خداا پنی ذات میں کامل نہیں کیونکہ کامل وہ ہے جس میں مزید کمال کی گنجائش نہ ہو۔ اگر مزید کھال کی گنجائش نہ ہو۔ اگر مزید کھال کی گنجائش نہ ہو۔ اگر مزید کھال کی گنجائش ہور ہے ہیں ۔ یہ تصورات باطل ہیں ۔ اللہ سجانہ و تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ غنی ہے۔

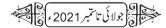
﴿إِنْ تَكُفُوُ وَا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْآرُضِ بَحِيْعًا لَا فَإِنَّ اللهَ لَغَنِيٌّ بَحِيْدٌ ﴿ ﴿ ابراسِم ﴾ ''تم تفركروز مين ميں سب كفركروالله غني اور حميد ہے۔''

﴿ لَأُنْ شَكَرْتُمُ لَازِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَنَا بِيَ لَشَدِيْدٌ۞﴾ (ابراسم) ''نَّ قَشِي عَلَيْ تَعْمِي مِن مِن السِرِي اللهِ مَا قَانَ عَنَا إِنِي لَشَدِينُهُ هُمْ اللهِ عَنْ السَّمِي عَ

''اگرتم شکر کرو گے تو میں تنہیں اورزیادہ دول گااورا گرتم کفر کرو گے تو یقیینا میر اعذاب بھی بہت سخت ہے۔'' اور دوسری حِگہ فر مایا:

در رن جهره یا. هر به دیج عرفی

﴿ وَمَنَ يَّشُكُرُ فَالَّمَا يَشُكُرُ لِنَفْسِهِ ۚ وَمَنَ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿ القَمْنِ)







''اور جوکوئی بھی شکر کرتا ہے تو وہ شکر کرتا ہے ایے ہی بھلے کے لیے۔اور جوکوئی ناشکری کرتا ہے تو اللہ بے نیاز ے اور وہ اپنی ذات میں خودمحمود ہے۔''

الله تعالی قیوم اور قائم ہے۔ بید دوصفات ہیں۔قائم ہے کہ ان کوئسی اور نے تھامانہیں ہے وہ اپنے بل بوتے پر ہیں۔ہمیشہ سے ہیں' کسی نے انہیں پیدانہیں کیا' کسی نے انہیں قوت نہیں دی' کسی نے انہیں سہارانہیں دیااور ماقی الله كسواجو كچھ ہے وہ سب اى كے بل بوتے يرہے۔الصمد كامفہوم بھى يہى ہے: ﴿ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدُ ٥ اللَّهُ الصَّبَدُلُ۞ۚ اللّٰه وہ متی ہے جو ہرغیر ہے بے نیاز ہےاور ہرغیراس کا محتاج ہے۔ پیقصور قیام بالنفس کا ہے کہ اللّہ سبحانہ وتعالیٰ ہرشم کے تاثر ہے'ہرشم کے انفعال ہے'ہرشم کے استفادے سے ماوراء ہے۔وہ اپنی ذات میں کامل ہے۔

کا ئنات سبب کمال نہیں دلیل کمال ہے

اس سے اہل سُنّت نے ایک اوراصول نکالا کہ اللہ سجانہ وتعالیٰ اگریدکا ئنات پیدا نہ کرتا تب بھی اس کی ذات کامل ہی رہتی۔یعنی بیرکا ئنات اسے کمال نہیں دے رہی' بیراس کے کمال پردلیل ہے۔ ہاں اس کا ئنات کے پیدا کرنے کی قدرت رکھنااللہ کے لیے کمال ہےاوروہ ہمیشہ سےاللہ کے لیے ثابت ہے۔اگر ہم یہ بات مان لیس کہ کا ئنات کا بالفعل پیدا ہوجانا اللہ کے لیے کمال ہے تواس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہاس کے لیے کا ئنات کو وجود دیناضروری ہے کیونکہ وہ خدا ہے اور خدا کے کمال میں اس کی مخلوق کا موجود ہونا ضروری ہے۔ جب تک مخلوق موجود نہیں ہوگی تووہ کامل نہیں ہوگا۔ گو یامخلوق بھی ہمیشہ سے موجود ہے کیونکہ خالق کامل وجود ہے۔ جب مخلوق ہمیشہ سے موجود ہے تووہ فاعل مختار نہ ہوا'بس اس سے چیز وں کا صدور ہوگیا جیسا کہ فلاسفہ نے کہاہے کہاس کے ارادے کے بغیراس سے ا یجاب ہوتار ہتا ہے۔ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ارادے سے پیدا کیا' چاہے تو ختم کردے۔

مَا شَاءَ اللَّهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأُ لَمْ يَكُنْ

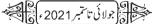
اللہ نے اپنی مرضی سے بید کا ئنات پیدا کی ہے اور نہ بھی پیدا کرتا تو وہ کامل ہوتا کبھی بھی بیرتصوّر پیدا نہ ہوجائے کہ ہم نے وجود میں آ کراللہ کے کمال میں کچھاضا فہ کردیا نعوذ باللہ!اللہ تھا'اور کچھ بھی نہیں تھا۔اللہ کے نبی ٹاٹیڈیٹل نے بخاری کی حدیث میں فر مایا:

((كَانَ اللهُ وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ غَيْرُهُ))

اللَّه تقااور يجه نه تقا_وه تقاايينه كمال كساتھ جب يجه بھی نہيں تھااور بعض علماءنے اضافه كيا كه:

وَهُوَ الْآنُ عَلَى مَا كَانَ

وہ ابھی بھی اس کیفیت پر ہےجس پروہ پہلے تھا۔اس مخلوق کے پیدا ہوجانے سے کچھاضا فیداس کی ذات وصفات اور کمال میں نہیں ہوا۔ ہمار ہےعلاء نے کہا کہاس طرح کےمسا لک جن میں اللہ تعالیٰ سےاختیارسلب کرنے کی کوشش کی جاتی ہے'اوراللّٰد کو فاعل مختار ثابت نہیں کیا جا تا' یااللّٰہ تعالٰی کوجھی کچھاستفادہ کرتے ہوئے دکھا یا جا تا ہے وہاں اللّٰدے ذاتی تعلق پیدانہیں ہوتا۔ وہاں ہے تومستقل فیضان ہور ہاہے۔ یہاں جوقابل ہیں وہ اپنی اپنی استعداد کے







مطابق لیتے ہیں۔ جیسے آپ یوں کہیں کہ سورج کی روثنی تو ایک جیسی پڑر ہی ہے کیکن اپنی اپنی سطح کے اعتبار سے کچھ چک پیدا کرر ہے ہیں' کچھ ہیں کرر ہے ہیں۔اللہ سجانہ وتعالی محض سورج کی ماننز نہیں ہے جس سے شعاع کا خروج ہونا ہی ہونا ہے نہیں' وہ جودے رہا ہے اپنی مرضی سے دے رہا ہے۔

﴿ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَّشَآءُ ۖ (آل عران:٤٢)

''وہ مختص کر لیتا ہے اپنی رحمت کے لیے جس کو چاہتا ہے۔''

ہر شے اس کی مشیت اوراس کے اراد ہے کے تحت ہور ہی ہے۔ وہاں ایجاب نہیں ہور ہا۔ چیز وں کا خود بخو دصدور نہیں ہوریا۔

خدا کو فاعل بالا رادہ مانناتعلق باللہ کے لیے ضروری ہے

اس بات کا سمجھنا اللہ تعالیٰ ہے سیجے طریقے پر تعلق استوار کرنے کے لیے ضروری ہے۔ اس لیے بیم مضل کلائی، عقلی مبحث نہیں ہے۔ آپ اس کو یوں دیکھیں کہ آپ کا خداوہ خدا ہے جس کے اندر بیصفات پائی جاتی ہیں اس سے آپ کا تعلق کیا ہوگا۔ اس تعلق کو پیدا کرنے کی ہمیں فی زمانہ بہت زیادہ ضرورت ہوگئ ہے۔ ہمارے ہاں إلّا ماشاء اللہ اسباب کے حضور کی کیفیت ہے ۔ یعنی ہم جس شے کے ساتھ ہر وقت حضور رکھتے ہیں وہ اسباب ہیں ۔ اسباب ہمیں حتمی نظر آ رہے ہیں۔ بینہیں کرو گے تواہیا ہوجائے گا'ایسا کرو گے تواہیا ہوجائے گا۔ خدا کا تصور شعور کے تہ خانے میں بند پڑا ہے۔ بیتصور کہ کوئی شے حرکت نہیں کرسکتی' کوئی شے ہل نہیں سکتی' کوئی شے تال نہیں کہنچا سکتی مگر اللہ کے اذن ہے۔

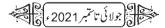
﴿ وَمَا هُمْ بِضَاَّرِّيْنَ بِهِ مِنْ آحَدٍ إِلَّا بِإِذْ نِ اللَّهِ * ﴾ (البقرة:١٠٢)

''اورنہیں تھےوہ ضرر پہنچانے والےاس کے ذریعے کسی کوبھی اللہ کے إذن کے بغیر۔''

ہرشے اللہ کے اذن کے تابع ہے۔تصورات عقیدہ کی سطح پر دماغ کے سی کونے میں بند ہیں جواپنی مسلمانیت کے ۔ ثبوت کے لیے ہم دکھاتے بھی رہتے ہیں لیکن بیسب با تیں حضور کی کیفیت میں ہمیں حاصل نہیں ہیں۔

اسباب مؤثر بالذّات نهيس

کوئی نہ سمجھے کہ اسباب اختیار نہیں کرنے۔ اسباب اختیار کرنے ہیں لیکن ان میں تا ثیر کاعقیدہ رکھ کے نہیں۔
اسباب اس لیے اختیار کرنے ہیں کہ اللہ نے حکم دیا ہے کہ اختیار کرو۔ اس لیے کہ اللہ کے رسول کی سُنّت ہے۔ باقی موثرِ حقیقی فاعلِ حقیقی اللہ سجانہ و تعالیٰ کی ذات ہے اس کے سواکوئی بھی نہیں ہے۔ یہ سب با تیں حضور کے درجے میں ہمیں پیدا کرنی ہیں کہ ہر شے اللہ کی محتاج ہے۔ یہ بین ہے کہ اللہ تخلیق کا نئات کے بعد نعوذ باللہ بیٹھ گیا اور دکھر ہا ہے ہمیں پیدا کرنی ہیں کہ ہر شے اللہ کہ ہم آن تدبیر امر فرمار ہا ہے: ﴿ يُكَ بِبِّرُ الْاَحْمَ مِنَ اللّهُ ہَا أَن اللّهِ مِنْ اللّهِ مِنْ اللّهِ ہما آن تدبیر امر فرمار ہا ہے: ﴿ يُكَ بِبُرُ الْاَحْمَ مِنَ اللّهِ ہما آن قدبیر فرمار ہا ہے: ﴿ يُكَ بِبُرُ الْوَحْمَ مِنَ اللّهِ ہما آن قدبیر فرمار ہا ہے: ﴿ يُكَ بِبُرُ الْوَحْنَ اللّهِ مَا أَن ہم کہ ہم آن وہ میں آئی ہے کہ ہم آن وہ تدبیر فرمار ہا ہے۔ یعقیدہ پیدا کرنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔





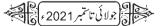


صفاتِ سلبیہ میں چوتھی صفت قیام بالنفس کی ہے۔ اس میں ہم نے سلب کیا ہے اللہ سے احتیاج کو فقر کواللہ سے اندو وہ ان میں نہ احتیاج ہے نہ فقر ہے وہ ان تمام چیزوں سے ماوراء ہے۔ اگر آپ اس کوقر آئی اصطلاح وینا چاہیں گے تو وہ یہ ہوگی : الغیمی ۔ اللہ سجانہ وتعالی غنی مطلق ہے اِن یَّشَا یُنُ هِبْ کُمْر 'چاہے تو تہمیں اٹھا کے لے جائے ۔ ﴿ قُلُ فَمَن یَّمَ کُمْر ' چاہے تو تہمیں اٹھا کے لے جائے ۔ ﴿ قُلُ فَمَن یَّمَ کُمْر وَاللّٰہ عَن اللّٰہِ شَدِیْکًا اِن اَرَا اَدَانَ یُہُ لِلگ الْمَسِیْحَ ابْن مَرْیَدَ وَاللّٰہ وَمَن فِی اللّٰہِ اللّٰہِ سَدِیْحَ اللّٰہِ اللّٰہِ اللّٰہِ سَدِیْحَ اللّٰہِ اللّٰہُ اللّٰہِ اللّٰہُ اللّٰہِ اللّٰہِ اللّٰہِ اللّٰہِ اللّٰہُ اللّٰہُ اللّٰہُ اللّٰہِ اللّٰہُ اللّٰہِ اللّٰہُ اللّٰہُ اللّٰہُ اللّٰہِ الللّٰہِ اللّٰہِ اللّٰہِ اللّٰہِ اللّٰہِ اللّٰہِ ا

پہلی صفت ذاتیہ ہم نے دیکھی جو کہ الوجود ہے۔ اس کے بعد ہم صفات سلبیہ کی طرف آئے جو پانچ صفات بیں ۔ اس میں سب سے پہلے ہم نے دیکھی قدن مذالتہ کی ابتدا نہیں ہے۔ اس کے بعد دیکھی بقاء 'انتہا نہیں ہے۔ اس کے بعد دیکھی بقاء 'انتہا نہیں ہے۔ اس کے بعد دیکھی: الله بیجانہ و تعالیٰ کے اس کے بعد دیکھی: الله بیجانہ و تعالیٰ کے ماندکوئی نہیں ہے۔ اس کے بعد ہم نے چوتھی صفت دیکھی: القیام بالنفس کہ قائم ہے اور قیوم ہے۔ قیوم مخلوق کے ماندکوئی نہیں ہے۔ اس کے بعد ہم نے چوتھی صفت دیکھی: القیام بالنفس کہ قائم ہے اور قیوم ہے۔ قیوم مخلوق کے لیے اور قائم بنفسہ ہے۔ الله کی صفت قیومیت و بی ہے جو صفت ربوبیت ہے۔ یہاں بعض علماء نے کہا کہ دوعنوان ہو سکتے ہیں بغنی اور رب ۔ قائم بانفس یعنی غنی ہے۔ جو دوسروں کو قائم رکھنے والا ہے وہ قیوم ہے یار ب ہے۔ بعض علماء نے بیجی کہا کہ الی القیوم بھی اسم اعظم ہے۔ اللہ کے بی صلی نہیں ہے کہ جو اسم اعظم ہے اس آیت علی ۔ ﴿ اللّٰهُ لَا اِللّٰهُ لَا اِللّٰهُ لَا اِللّٰهُ اللّٰهُ لَا اِللّٰهُ لَا اِللّٰهُ اللّٰهُ لَا اِللّٰهُ لَا اِللّٰهُ اللّٰهُ لَا اللّٰهُ لَا اللّٰهُ لَا اللّٰهُ لَا اللّٰهُ لَا اللّٰهُ لَا اللّٰهِ اللّٰهُ لَا اللّٰهُ لَا اللّٰهُ لِلّٰهُ لِلّٰهُ اللّٰهُ لَا اللّٰهِ اللّٰهُ لَا اللّٰمُ لَا اللّٰهُ لَا اللّٰهُ لَا اللّٰمُ لَا ال

صفت قیام بالنفس عبد میں موجب اضطرار وفقر ہے

چۇھى صفت كے نتیج میں انسان میں جو كیفیت پیدا ہوتی ہے اس كوعلاء نے اضطرار اور فقر كہا ہے ۔ حضرت جعفر صادق عليه الرحمہ سے بوچھا گيا كہ اسم اعظم كيا ہے! انہوں نے كہا كہ اسم اعظم ہے كہتم اپنے اندراضطرار كى كيفيت پيدا كرو بُھرجس اسم سے بھى بكارو گے وہ اسم اعظم ہے ۔ الله سبحانہ وتعالىٰ نے كہا كہ وہ مضطر كى دعا قبول كرتا ہے: ﴿ أَصَّىٰ يُجِيْبُ الْہُ خُطَرِّ اِذَا كَعَاكُا ﴾ مصطر كہتے ہيں جس كے پاس كوئى سبب ندر ہا ہو۔ بالكل مجبور ہو چكا ہو اوركوئى دنيوى سبب اے نظر نہيں آر ہا ہوتو وہ اللہ كو پكار ہے گاتو اللہ دعا قبول كرتے ہيں ۔ اگر انسان سبب ركھتے ہوئے يہ كيفيت پيدا كر لے تب بھى وہ مضطر بن سكتا ہے ۔ يہ صفطر ہونا اختيارى ہے كہ ميرى واقعى سبب پرنگاہ ندر ہے اور ميں ہروقت حالت اضطر ار ميں ہوں ۔ اللہ كا وعدہ ہے كہ ميرے ليے سبب كا ہونا يانہ ہونا برابر ہوجائے ۔ گو يا ميں ہروقت حالت اضطر ار ميں ہوں ۔ اللہ كا وعدہ ہے كہ ميرے ليے سبب كا ہونا يانہ ہونا برابر ہوجائے ۔ گو يا ميں ہروقت حالت اضطر ار ميں ہوں ۔ اللہ كا وعدہ ہے كہ ميرے ليے سبب كا ہونا يانہ ہونا برابر ہوجائے ۔ گو يا ميں ہروقت حالت اضطر ان ميں ہوں ۔ اللہ كا وعدہ ہے کہ ميرے ليے سبب كا ہونا يانہ ہونا برابر ہوجائے ۔ گو يا ميں ہروقت حالت اضطر ان ميں ہوں ۔ اللہ كھورو







لا چارکو جب وہ اس کو پکارتا ہے اور (اُس کی) تکلیف کو دور کرتا ہے؟''گو یا حالت اضطرار میں ہونا ہی حالت فقر ہے۔ اس کے متوازی اللہ تعالیٰ کی صفت غنائے مطلق ہے۔ سیدنا موئی علیہ السلام کی دعا ہے کہ ﴿ دَبِّ إِنِّیۡ لِهَمَا اَلۡذِیۡ لِیۡ اَلٰکَ اِلۡکَ اِلۡکَ عَلَیۡ اِسْدُا مُوں کے مُدِور فَقِیْر ﷺ (القصص)'' تو اُس نے دعا کی: پروردگار! جو خیر بھی تو میری جھولی میں ڈال دے' میں اس کا مختاج ہوں۔' بیہاں من خیر تکرہ آیا ہے۔ یعنی کوئی حقیر چھوٹے سے جھوٹا خیر بھی ہوتو میں اس کا فقیر ہوں' ما نگتا ہوں۔ یفقر کی کیفیت ہے جواللہ سجانہ وتعالیٰ کی صفت غنا کے ساتھ ہمارے اندر پیدا ہونی چاہیے۔

صفت وحدانيت

پانچویں صفت صفت و صدانیت ہے، صفت تو حید ہے۔ تو حید کی صفت کوصفت سلبی اس لیے کہا گیا کہ اس میں کسی شے کا اثبات نہیں ہور ہا بلکہ کثر ت کی نفی ہور ہی ہے۔ یہ تعریف بہت کی کتابوں میں ہے اور کافی جامع ہے۔ علماء کہتے ہیں کہ تو حید ہے: افر اد المعبود دبالعبادة مع اعتقاد و حد ته ذاتًا و صفاتا و افعا لا یعنی معبود حقیقی علماء کہتے ہیں کہ تو حید کی تاب کی عبادت نہ کرنا اور اس کی و صدت کا اعتقاد رکھناذات میں صفات میں افعال میں ۔ گویا ہم تو حید کی تین اقسام بھی بیان کر سکتے ہیں ۔ تو حید ذاتی تو حید افعالی ۔ اس اعتقاد کے ساتھ جینے بھی مراسم عبودیت ہیں ان سب کو اللہ کے لیے خاص کر لینا۔ تو افراد المعبود بالعبادة میں عمل کی طرف اشارہ ہے ۔ گویا تو حید اعتقاد اور عمل سے مل کر بنتی ہے ۔ ہوسکتا اشارہ ہے ۔ اور اعتقاد و حد ته میں اعتقاد کی طرف اشارہ ہے ۔ گویا تو حید اعتقاد اور عمل کر بنتی ہے ۔ ہوسکتا ہے میں اعتقاد تور کھوں لیکن عبادت کسی اور کی بھی کر رہا ہوں ۔ عبادت میں بھی معبود کو ایک بنانا اور پھر اس معبود کی ذات صفات اور افعال میں و صدت کا عقیدہ رکھنا ہی تو حید ہے۔

توحيرذاتي

اس سے ایک سادہ مرادیہ ہے کہ واجب الوجود واحد ہے۔ کا ئنات کا خالق مالک الغنی ایک ہے۔ ایک سے زیادہ نہیں ہے۔ پچھلوگوں نے کہا کہ دوہیں۔ جیسے مجوی ہیں یا شنوی ہیں یا عیسائیوں کے ہاں بھی ایک قسم کی کثرت ثابت ہوگئ ۔ ذات تو ایک ہوگئ اور وہ ما ننا ضروری ہے۔ جیسے مشر کینِ مکہ بھی پچھا عتبارات سے مانے تھے کہ اللہ سجانہ وتعالیٰ جواس کا ئنات کا خالق و مالک رازق اور مد بر ہے وہ ایک ہے جس کو پچھلوگوں نے حیدر بوہیہ کہالیکن اللہ کو معبود واحد ہونے کی حیثیت سے نہیں مانے تھے۔ تاہم تھیم آئی درست نہیں ہے۔ اور ایک الگ مجت ہے۔

تو حیدر بوبیت اور تو حیدالو ہیت والی تقسیم کچھ علاء نے کی ہے جیسے ابن تیمید علیہ الرحمہ کیکن بہت سے علما اہلِ

سُنّت نے کہا کہ اس تقسیم میں کچھ مسائل ہیں۔ پھر تو حید ذاتی کا ایک اور مطلب بیہ ہے کہ اس کی ذات بھی نعوذ باللہ کوئی

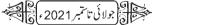
مختلف اجزاء سے مرکب نہیں ہے وہاں وصدت حقیقی ہے۔ جسمانیات اجزاء سے بنی ہوتی ہیں اور ان میں تقسیم بھی

ہوسکتی ہیں۔ ہرشے جوجہم ہے اس کوآپ اجزا میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ وہاں اس قسم کی کوئی کثر ہے نہیں ہے۔ کثر ت

فرضی بھی نہیں ہے۔ اس طریقے پروہاں منطقی کثرت بھی نہیں ہے۔ ہم انسان کی تعریف کرتے ہیں کہوہ حیوان ناطق
ہے۔ اس کے لیے انسان کوایک جنس کے تحت لانا پڑے گا اور انسان نوع بنے گی اور نوع کی تعریف ہوگی جنس اور







فصل کے ذریعے ۔ پمنطق میں تقسیم ہوتی ہے۔وہاں پمنطقی کثرت بھی نہیں ہے۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات مبارکہ بھی بس ایک ہے۔آپ کہہ رہے ہوں گے کہ یہ وجود تنجھ میں نہیں آ رہا۔ یہی تو بیان ہے کہ لیس کہ ثلہ شہی ع اس کے مانندکوئی بھی نہیں ہے ۔تووہ ایک وحدت ہے۔اس لیےاللّٰہ کہتا ہے: قُیلْ ہُوّ اللّٰہُ اَحَدُّ 'احداور واحد میں فرق ہے کہ واحد میں شےایک ہوتی ہے کیکن احتمال کثر ت کا ہوسکتا ہے جبکہ احد میں احتمال کثر ت بھی نہیں _ یعنی وہ ذات الیں ہے کہ جس میں کثرت تخیلاتی 'منطقی' فرضی بھی نہیں ہے۔ پھرساتھ یہ بھی ماننالازم ہے کہ وہ معبود برحق ہے۔ توحيرصفاني

اس کے بعد توحیدصفاتی کا ذکر ہے۔ یعنی جس طرح اس کی ذات کی وحدت کا اقرار کرنا ہےاسی طرح اس کی صفات کی وحدت کا بھی اقر ارکرنا ہے ۔اس کے بیان میں ایک تو کچھ کلامی بحث ہوتی ہے ۔صفت علم کی وحدت کا مطلب ہے کہ جس طرح ہمارے ہاں علم کی کثرت اس اعتبار سے ہوتی ہے کہ مجھے ہرشے کا الگ الگ علم ہے' تو میرے علم میں کثرت ہے۔اس طرح کی تقسیم اللہ کے ہاں نہیں ہے۔اللہ کی صفت وحید ہے اور بسیط بھی یعنی جماری صفات علم کے ماننزنبیں ہے۔ دوسرامعنی ہیہ ہے کہ جوصفت اللہ کے لیے ثابت ہے اس میں اللہ کا شریک کوئی نہیں ۔ یعنی چاہےانسانوں میں اس صفت جیسے اساء یائے جائیں تووہ مشارکت صرف اسم میں ہے ٔ حقیقت میں نہیں ہے۔رحیم اللہ سجانہ وتعالیٰ بھی ہیں اوریہ اسم انسانوں میں بھی مستعمل ہے۔ یہاں صفت میں مشارکت نہیں ہے اسم میں مشارکت ہے۔جس طرح ذات میں شراکت شرک ہے ٰ اسی طرح اللّٰہ کی صفت کو مانند صفت مخلوق کے یامخلوق کی صفت کو ما نندصفت اللّٰہ کے قر ارد ہے دینا پیجمی شرک ہوجائے گا۔ بیاللّٰہ کے اساء میں الحاد ہے فیر مایا:

﴿ وَيِلْهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنِي فَادْعُوهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي ٱسْمَآئِهِ ﴿

(الاعراف:١٨٠)

''اورتمام اچھے نام اللہ ہی کے ہیں' تو پکاروأ ہے اُن (اچھے نامول) ہے۔اورچھوڑ دواُن لوگوں کوجواُس کے ناموں میں کجی نکا لتے ہیں۔''

یہاں اللہ کے اساء میں الحاد ہے مرا دلیا گیا کہ جواللہ کا اسم کسی اور کے لیے ثابت کرتے ہیں ۔اسم کا مطلب ہے صفت ۔ یعنی اگر کہا جائے کہ اللہ بے گل شکیء علیٰے دے چھرکسی اور کے بارے میں بھی کہددیا کہ وہ بے گل شَيْيءٍ عَلِيْهُ بِي تُوشرك موجائ كانه الله كي صفت مخلوق مين ثابت كرني ہے نمخلوق كى تشابه والى صفات ادھر ثابت کرنی ہیں بلکہ ماننا ہے کہ دونوں صفات میں سوائے اسم کی شراکت کے حقیقت میں کوئی شراکت نہیں ہے۔

توحيدا فعالي

فعل میں اللہ سجانہ وتعالیٰ کے ساتھ کسی اور کوشر یک نہ کرنے کا مطلب ہے کہ جوفاعل مختار ہے 'بالا رادہ ہے بغیرکسی جبر کے وہ اللہ کےسوا کوئی نہیں ہے۔ یعنی وہ ہتی کہ جس کافعل محض اس کے اراد سے سے صادر ہوتا ہے اور اس کے اراد بے پر کوئی جرنہیں ہوتا کوئی اس کوتر غیب دینے والی' ڈرانے والی چیزنہیں ہے فعل پراُ کسانے والا پچھ







نہیں ہے محض ارادہ ہے۔ بیصفت فعل محض الله سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ثابت ہے۔اس میں الله سبحانہ وتعالیٰ کے سوا کوئی شریک نہیں۔ بیہ جوافعال کا ئنات میں نظر آ رہے ہیں اس میں اللہ کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہے۔

اعتقادِ وحدت مانع رجوع الىغيرالله ہے!

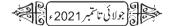
اگر کسی خص میں بیا عقاد پیدا ہوجائے تو پھراس کا غیراللہ کی طرف رخ کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ یعنی وہ اگر اللہ کی طرف رخ کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ یعنی وہ اگر اللہ کے بارے میں بیعقیدہ رکھتا ہے جو بیان کر دیا گیا ہے اور جا کر اپنا ما تھا ٹیک رہا ہے کسی اور کے در پر تو گو یا یقینا اس نے اللہ کوئیس پہچانا۔ اگر وہ واقعی اللہ کی وصدت ذاتا وصفاتا وافعال کا قائل ہے اور پھر اللہ کے سواکسی کے سامنے کھٹنا ٹیک دیتو بیشرک تو ہے ہی بے وفائی بھی ہے۔ لہذا اس اعتقاد وصدت کے بعد اپنی تمام عبادت کو اور افعال عبادت کے اور افعال عبود بالعبادۃ ہے۔ ہمارے ہاں عموماً تو حید ذات وصفات کی تقسیم ہے۔ تو حید افعال اس کے تابع ہے۔ اس سے آپشرک کی بھی اقسام نکال سکتے ہیں یعنی شرک فی الذات 'شرک فی الصفات اور شرک فی الافعال جبکہ افر ادالمعبود بالعبادة کے ذریعے شرک فی العبود ریہ ہوجائے گا۔

''پیں جوکوئی بھی اُمیدر کھتا ہوا پنے رب سے ملاقات کی تواسے چاہیے کہ نیک اعمال کرے اور اپنے ربّ کی عباوت میں کسی کوبھی شریک نہ کرے''

اللہ کے ساتھ عبادت میں کسی کوشریک نہ کیا جائے۔ مراسم عبودیت جیسے سرجھ کا نائماز پڑھنا طواف کرنا کسی کی نذر ماننا دعا کرنا وغیرہ وغیرہ نیاللہ سبحانہ و تعالی کے سواکسی کے لیے نہیں ہو سکتے۔ اس عبادت کے پیچھے جواصل جذبخ فی ہے وہ شدید در ہے کی محبت اور خضوع ہے۔ بیعبادت کی روح ہے۔ اصلاً عباوت کا تعلق بند ہے اور خدا کا ہے ۔ ابتخاعیت بعد میں آتی ہے۔ اس حوالے سے پچھلے زمانے میں پچھ ایسا ہوا کہ تو حید کے تصور میں بھی بند ہے اور خدا کے تعلق کو نانوی قرار دے دیا گیا۔ جبکہ خدا کی پچھ تعریفات ایسی کی گئیں کہ جس میں اصلاً خدا کی صفت حاکمیت کو اس کے معبود ہونے کی اصل قرار دے دیا گیا۔ اس کی وجہ سے عبودیت کے ماثور طور بدل گئے انداز بدل گئے اور عبودیت کی پچھٹی نئے شکلیں پیدا ہو نئیں۔ اللہ اور بندے کے درمیان جو حقیق تعلق ہونا چا ہے اس پر پچھاور چیزیں غالب آتی چلی گئیں۔

###

قر آن تھیم کی مقدس آیات اورا حادیث نبوی آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور دعوت وتبلیغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں۔ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔لہذا جن صفحات پریہ آیات درج ہیں ان کو صحح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔







اسملام اورسمائنس سائنسی علوم کی ایک مثالی اسلامی بونیورسٹی کی ضرورت ڈاکٹرمحدر نیج الدین

سائنس کیاہے؟

علم کے جس شعبہ کوہم سائنس کہتے ہیں اس کا دوسرا نام علم کا ئنات ہے' جس میں انسان کاعلم بھی شامل ہے۔
سائنسی علوم کی کلید کا ئنات کے قدرتی حالات اور واقعات کا یا دوسر نے لفظوں میں مظاہرِ قدرت کا مشاہدہ ہے' جو
ہمارے حواسِ خمسہ کے ذریعہ سے عمل میں آتا ہے۔ سائنس دان کا ئنات کے مشاہدہ سے کچھ نتائج اخذ کرتا ہے' پھر
ان نتائج کوایک قابلِ فہم شظیم اور ترتیب کے ساتھ جمع کرتا ہے۔ ہر درست سائنسی نتیجہ کوہم ایک مستقل علمی حقیقت یا
قانونِ قدرت سجھتے ہیں۔ مشاہدہ سے دریافت ہونے والے نتائج یاعلمی حقائق کو جب مرتب اور منظم کرلیا جاتا ہے تو
اسے ہم سائنس کہتے ہیں۔

سائنسی طریق تحقیق کے چارمر طلے

بعض وقت سائنس دان کا ئنات کے حالات اور واقعات کا مشاہدہ براہِ راست ان کی قدرتی حالت میں کرتا ہے اور اس غرض کے لیے ان کو ڈھونڈھ نکالتا ہے اور خود ان کے قریب جاتا ہے لیکن بعض وقت وہ اپنے معمل کے اندر کا ئنات کے حالات اور واقعات کو مصنوعی طور پر پیدا کر کے ان کا مشاہدہ کرتا ہے ۔ گویا ان کو اپنے قریب لاتا ہے ۔ لیکن خواہ سائنس دان مظاہر قدرت کے قریب خود جائے یا اُن کو اپنے قریب لائے 'دونوں صور توں میں وہ کا ئنات کے مشاہدہ اور مطالعہ کی خاطر اپنے لیے ہم لیتیں پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے ۔ سائنس دان کی اس کوشش کو تجربہ کا نام دیا جاتا ہے ۔ تجربہ کی غرض مشاہدہ ہے اور مشاہدہ کی غرض غور وفکر کے بعد نتائج اخذ کرنا۔ بعض وقت بہت ہے الگ تھلگ سائنسی تھا ئق مل کر ایک ایس حقیقت کی طرف را جنمائی کرتے ہیں جو براہِ راست تجربہ اور مشاہدہ کے طریقوں سے ثابت شدہ نہیں ہوتی ۔ تاہم چونکہ وہ بعض ثابت شدہ تھا ئق کو جہ یہ ہے کہ ایسا کرنے کے بغیر اس کے الگ تھلگ سائنسی تھا ئق قابلِ نہم نہیں ہوتے اور ان میں کوئی عقلی تنظیم یا وحدت پیدانہیں ہو ہے۔ ابر ابندا یہ اس کے الگ تھلگ سائنسی تھا ئق قابلِ نہم نہیں ہوتے اور ان میں کوئی عقلی تنظیم یا وحدت پیدانہیں ہو ہو کہ ایسا کرنے کے بغیر اس کے الگ تھلگ سائنسی تھا ئق اسے غلط ثابت نہ کریں' ایک سائنسی حقائق اسے 'کوئکہ وہ بھی

ہارےمشاہدات کے نتائج میں شامل ہوتا ہے۔

سائنس دان کے اس طریق تحقیق کوجس کی روح کا ئنات کا مشاہدہ اور مطالعہ ہے ٔ سائنسی طریق تحقیق یا سائنٹیفک میں تھڈ (Scientific method) کہاجاتا ہے۔اس سے ظاہر ہے کہ سائنس دان کے طریق تحقیق کے حارم حلے ہوتے ہیں:

(Experiment) = \(\bar{z} = \frac{\dagger}{2} \)

(Observation) مثایده — (cobservation)

س افذنتائ (Inference)

(Systematization of Inferences) جہاں — (جہار)

سائنسي علوم كي قشميي

کائنات کے تین واضح طبقے ہیں: (۱) مادّہ (۲) زندہ اجسام (۳) نفسِ انسانی ----اوران کے بالمقابل علم کائنات پاسائنس کے بھی تین بڑے جھے ہیں:

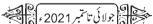
- (۱) مادّه کی ماہیت سے تعلق رکھنے والے علوم یا طبیعیاتی علوم'جن میں علم طبیعیات' علم کیمیا' علم الافلاک' علم الارض وغیرہ شامل ہیں۔
- (۲) زندگی کی ماہیت سے تعلق رکھنے والے علوم یا حیاتیا تی علوم' جن میں علم حیاتیات' علم نباتات' علم الحیوانات' علم الجنین' علم الابدان' طب وغیرہ شامل ہیں۔
- (۳) نفسِ انسانی کی ماہیت اوراس کے مظاہر سے تعلق رکھنے والے علوم یا انسانی یا نفسیاتی علوم' جن میں نفسیات ِفرد' نفسیاتِ جماعت' علم التاریخ' علم السیاست' علم الاخلاق' علم الاقتصاد' علم القانون' علم التعلیم وغیرہ شامل ہیں۔اگر غور سے دیکھا جائے تو ریاضیات اور منطق بھی نفسیات ہی کی شاخیں ہیں' کیونکہ وہ ان اصولوں کی

تشریح اورتفصیل برمشمل ہیں جن کےمطابق انسانی ذہن سوچتاہے۔

ہم سائنس کے ان شعبوں کواختصار کی غرض سے علی التر تیب طبیعیات ٔ حیاتیات اور نفسیات بھی کہہ سکتے ہیں۔

سائنسدان کے بنیا دی اعتقادات

بعض اوقات یہ سمجھا جاتا ہے کہ سائنس کواعتقاد سے کوئی تعلق نہیں اور دورِ حاضر کا سائنس دان اپنی تحقیق کسی
ایسے اعتقاد سے شروع نہیں کرتا جس کو اُس نے بلا شبوت پہلے سے قبول کر لیا ہو 'بلکہ وہ خالی الذہن ہوتا ہے اور اُس
کے مشاہدات جس طرف اسے لے جاتے ہیں 'چلا جاتا ہے۔ یہ خیال درست نہیں۔ ہرسائنس دان اپنی سائنسی تحقیق
کی بنیاد کے طور پر حقیقتِ سائنس یا حقیقتِ علم کے متعلق کچھ عقائد رکھتا ہے جوخود حقیقتِ کا ئنات کے کسی عقیدہ سے
ماخوذ ہوتے ہیں اور جو اُس کی تحقیق کے نتائج پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ مثلاً ہرسائنس دان شروع سے ہی اس بات کا
ماخوذ ہوتے ہیں اور جو اُس کی تحقیق کے نتائج پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ مثلاً ہرسائنس دان شروع سے ہی اس بات کا



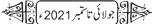




حصول میں بی ہوئی نہیں جن میں متضادت کے قوانین قدرت جاری ہوں۔ کا ئنات کے قوانین مسلسل اور مستقل ہیں ، وہ نہ صرف ہر جگدایک ہی ہیں بلکہ ہرز مانہ ہیں بھی ایک ہی رہتے ہیں۔ اس ہیں شک نہیں کہ سائنس دان کا بیے تقیدہ صحیح ہوادراس کی صحت کی ایک دلیل ہے ہے کہ وہ آج تک غلط ثابت نہیں ہو سکا۔ بیع تقیدہ سائنس تحقیق کا باعث ہے اس کا متجہ نہیں۔ سائنس کی تمام ترقیات جواب تک ممکن ہوئی ہیں ان کی بنیاد یہی عقیدہ ہے۔ اگر سائنس دان اس عقیدہ سے آغاز نہ کرتے اور بیع تقیدہ تھے نہ ہوتی۔ یہی وہ عقیدہ ہے دوسائنس دان کوسائنسی تحقیق کے لیے اکساتا ہے اور اس کی تصدیق سے وہ اپنے سائنسی نتائج پر مطمئن ہوتا ہے اور اس کی راہ پر آگے قدم اٹھاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر سائنس دان کو معلوم ہوجائے کہ جوسائنسی حقیقت اُس نے ابنی تحقیق سے آئ اس وقت اور اس مقام پر دریا فت کی ہو وہ تھی اور اس کی متبادل یا متوازی سائنسی حقیقت اُس کا نئات میں بہت سی ہوت یا آئندہ ہوسکتی ہیں ہو ۔ مثلاً اگر اُسے بی خیال ہو کہ پانی سطح سمندر سے یکساں بلندی پر کہیں تو سودر جر دارت پر ابلتا ہے اور کسی خاص مقام پر کسی وفت * * ا در جہ درارت پر ابلتا ہے اور کسی خاص مقام پر کسی وفت * * ا در جہ درارت پر اور کسی اور وفت پیاس در جہ درارت پر ابلتا ہے اور کسی خاص مقام پر کسی وفت * * ا در جہ درارت پر ابلتا ہے اور کسی خاص مقام پر کسی وفت * * ا در جہ درارت پر ابلتا ہے وہ وہ وہ اپنی اس خصی تھی تر کے کا سرچھ کو بے کا سرچھ کر چھوڑ د ہے گا۔

) کا ئنات کی وحدت کے نتا نگج

پھر کا نات کی ای وصدت کی وجہ سے سائنس دان بلا ثبوت اور بلادلیل بیعقیدہ بھی رکھتا ہے کہ سائنس ایک وصدت ہے اور تمام سے سائنس حقائق خواہ وہ طبیعیاتی ہول یا حیاتیاتی یا نفیاتی 'ایک دوسرے کے ساتھ عقی طور پر واستہ ہوتے ہیں۔ایک دوسرے کو سہاراد سے 'ایک دوسرے کی واستہ ہوتے ہیں۔ایک دوسرے کو سہاراد سے 'ایک دوسرے کی علی اور قوی ڈالتے ہیں اور کی صورت میں بھی آپس میں ایک دوسرے سے متضاد نہیں ہوتے۔ایک دوسرے کی علمی اور عقلی خالفت نہیں کرتے۔سائنس دان بلا ثبوت اور بلادلیل سیعقیہ ہوگتا ہے کہ تمام سائنسی حقائق ال کر ایک ایسا عقلی اور عقلی نظام بناتے ہیں کہ اگر کوئی ایسی نام نہاد' سائنسی حقیقت 'ال میں داخل کر دی جائے جو تجی سائنسی حقیقت نہ ہوتو وہ اس نظام ہیں۔انہیں کتی کہ اگر کوئی ایسی نام نہاد' سائنسی حقیقت نہ ہوتو وہ اس نظام ہیں۔انہیں کتی کہ کوئی ایسی سائنسی حقیقت کے ذریعہ سے کوئی ایسی سائنسی حقیقت آ شکار ہوئی ہے جو کسی دوسری سائنسی حقیقت سے جو پہلے سے معلوم اور مسلم ہؤگر اتی ہے تو وہ اپنی سائنسی حقیقت آ شکار ہوئی ہے جو کسی دوسری سائنسی حقیقت کو غلط بھو کر رد کر دیتا ہے یا پھر پہلی معلوم اور مسلم سائنسی حقیقت کو فلط بھوتو اس دو کر دیتا ہے یا پھر پہلی معلوم اور مسلم سائنسی حقیقت پر شبہ کر نے لگتا ہے۔اس پر نظر خانی کر تا ہے اور اگر وہ غلط ہوتو ساری سائنس کی ترتی پر اس کا بُرااثر پڑتا ہے بہاں جی سائنسی حقیقت کو موست کا جس سائنس کی ترتی پر اس کا بُرااثر پڑتا ہے بہاں سکسی حقیقت کور ترکر دیتا ہے سائنسی حقیقت کور ترکر دیتا ہے۔سائنسی حقیقت کور ترکر دیاتو ہم سائنسی حقیقت کور ترکر دیتا ہے۔سائنسی کور ترکر دیتا ہے۔سائنسی کور ترکر دیاتو ہم سائنسی کور تر



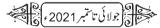


جائے گی۔ بیوہ اعتقادات ہیں جن سے سائنسدان اپنی تحقیق کا آغاز کرتا ہے۔ بیاعتقادات اُس کی تحقیق کے آغاز سے پہلے اُس کے دِل کے اندر بطور مسلّمات موجود ہوتے ہیں۔وہ ان کو ثابت نہیں کرتا بلکہ قبول کرتا ہے اور ان کی مدد سے اور ان کی روثنی میں اپنے تمام سائنسی حقائق کو ثابت کرتا ہے۔

سائنس کی وحدت کا سبب: حقیقتِ کا سُنات کی وحدت

سائنسدان وحدت ِ کا ئنات اور وحدت ِ سائنس پر بلا ثبوت اور بلا دلیل اعتقاد کیوں رکھتا ہے؟ اس کی وجہ پیہ ہے کہ وہ بحیثیت انسان اپنی فطرت سے اپیا کرنے کے لیے مجبور ہے۔انسان کی فطرت کے اندریہ اعتقاد ودیعت کیا گیاہے کہ حقیقتِ کا ئنات ایک ہےاورساری کا ئنات اس کامظہر ہے۔خواہ سائنسدان اپنے اس وجدانی اعتقاد کا اعتراف کرے یا نہ کر ہے لیکن بیاعتقاد پھر بھی اُس کی فطرت کے جزوِلا ینفک کے طور پر اُس کے لاشعور میں جا گزیں رہتا ہے اور وہ اس اعتقاد کے مطابق عمل کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ جب تک حقیقت کا ئنات کوشعوری یا لاشعوری طور پرایک نه مانا جائے 'سائنسی حقائق کی وحدت کو مانناممکن نہیں۔اس کی وجہ بیہ ہے کہ وحدت بغیرنظم یا إتحاد کے نہیں ہوتی جبکنظم متحد کرنے والے یامنظم کرنے والے کسی مرکزی اصول کے بغیرمحال ہے۔ پھر بیضروری ہے کہ جو أصول تمام سائنسي حقائق كومتحداورمنظم كربوه أن كى جان ياروح يا آخرى حقيقت كےطور پر ہو۔وہ حقيقت الحقائق یعنی کا ئنات کی آخری حقیقت ہواورتمام سائنسی حقائق اس کی تشریح اورتفسیر کے اجزاءاورعناصر ہوں جواس کے ساتھھ علمی ربط اور عقلی مطابقت رکھتے ہوں۔ دراصل سائنسی حقائق کے باہمی علمی اور عقلی ربط وضبط کی وجہ یہی ہے کہ وہ سب حقیقتِ کا ئنات کے ساتھ عقلی اور علمی ربط وضبط رکھتے ہیں۔سائنسدان کا شعوری یا لاشعوری تصوّیر حقیقت ہمیشہ اُس کے ساتھ رہتا ہے اوراس کے سائنسی نتائج پراٹر انداز ہوتارہتا ہے۔ چونکہ سائنسی حقائق صرف صحیح تصوّر حقیقت کے ساتھ مطابقت رکھتے ہیں اورکسی غلط تصوّرِ حقیقت کے ساتھ مطابقت نہیں رکھ سکتے' لہٰذاا گرسائنسدان کا تصوّرِ حقیقت درست ہوگا تو اُس کی سائنسی تحقیق درست ہوگی اوراس کو درست نتازئج تک پہنچائے گی ورنہ جا بجاغلط ہوجائے گی اور آخر کارزُک جائے گی۔ ظاہر ہے کہ بیصورت نفسیاتی پاسائنسی علوم کے دائر ہمیں جوتصوّرِحقیقت کے ساتھوزیا د ہ قریب کا تعلق رکھتے ہیں' زیادہ شدّت سےنمودار ہوگی۔تصوّرِ حقیقت کےغلط ہونے سے سائنس کےغلط ہوجانے کی وجہ بیہ ہے کہ اس صورت میں سائنسدان غیر شعوری طور پر بعض صحیح سائنسی حقائق کو بدل کراپنے غلط تصوّر حقیقت کے مطابق کرتا جا تا ہےاوربعض غلط نامنہا دُ' سائنسی حقائق'' کو جواس کےمطابق ہوں'صحیح سمجھ کر قبول کرتا جا تا ہے۔

فلسفہ کا کام یہ ہے کہ وہ آشکار طور پر کسی تصوّرِ حقیقت کو پیش کرتا ہے اور اس کے ساتھ تمام سائنسی حقائق کی عقلی اور اور علمی مطابقت کو ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ فلسفیوں نے صحیح تصوّرِ حقیقت کے مختلف نظریات قائم کیے ہیں اور قدرتی طور پر ہرفلسفی نے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ تمام سائنسی حقائق صرف اُس کے تصوّرِ حقیقت کے ساتھ مطابقت رکھتے ہیں البندا اُسی کا تصوّرِ حقیقت میں مطابقت رکھتے ہیں البندا اُسی کا تصوّرِ حقیقت صحیح ہے لیکن چونکہ صرف ایک ہی تصوّرِ حقیقت تمام سائنسی حقائق کو متحد اور منظم کر سکتا ہے 'اس لیے ظاہر ہے کہ درست تصوّرِ حقیقت صرف ایک ہی ہوسکتا ہے۔







مسلمانون كانصوّرِ حقيقت

روی اشترا کیوں کے نزدیک بیصقرِ حقیقت مادہ ہے کیکن مسلمانوں کے نزدیک بیصقرِ حقیقت خداہے۔ البذا مسلمانوں کے نزدیک بہی تصوّرِ حقیقت ہے۔ جس سے تمام سائنسی حقائق مطابقت رکھتے ہیں اور جوتمام سائنسی حقائق مسلمانوں کے نزدیک بہی تصوّرِ حقیقت سائنس کی مجموعی ترقی ہوسیم کے لیے مطابقت رکھتا ہے اور ان کی طرف صحح راہ نمائی کرتا ہے۔ باقی ہر قسم کے تصوراتِ حقیقت سائنس کی مجموعی ترقی کے لیے مضر ہیں۔ دراصل ایک ہی تصوّرِ حقیقت ایسا ہے جو وحدتِ عالم اور وحدتِ علم کی معقول اور قابل قبول تشریح کرسکتا ہے اور وہ مسلمانوں کا نصوّرِ حقیقت ہے جس کی روسے وہ بیرہ اختیاں کہ سائنسی حقائق اور قوانین قدرت کی حقیقت اور اصلیت بیہ ہے کہ وہ کا ئنات میں خدا کے خلیقی اور تربیتی اعمال وافعال ہیں' اور خدا ایک شخصیت ہے اور محدث ہوتے ہیں۔ جہاں بھی ہمیں اعمال وافعال کا ایک منظم سلسلہ نظر آئے وہاں کسی شخصیت کی کارفر مائی کا موجود ہونا ضروری ہے۔ فردِ انسانی کے اعمال وافعال کے اندر بھی ایک وحدت ہوتی ہے' کیونکہ وہ بھی ایک شخصیت ہے اور بیک فروری ہے۔ فردِ انسانی کے اعمال وافعال کے اندر بھی ایک وحدت ہوتی ہے' کیونکہ وہ بھی ایک شخصیت ہے اور بیک وحدت ہوتی ہے' کیونکہ وہ بھی ایک شخصیت ہے اور بیک مقصداور تدعا کے ماتحت اسے سارے کام کرتا ہے۔

چونکہ کا ئنات کی تخلیق سے خدا کا ایک مقصد ہے 'لہذااس کے سارے اعمال وافعال میں جوقوا نینِ قدرت یا سائنسی حقائق کی صورت اختیار کرتے ہیں ایک وحدت موجود ہے۔ اس کے برعکس چونکہ قوانینِ قدرت یا کا ئنات کے اعمال وافعال کا باعث کوئی شخصیت ہوجو کا نئات کی خالق ہو۔

کا نئات کی خالق ہو۔

وحدتِ کا ئنات سے خدا کے وجود کا قرآنی استشہاد

وحدت کا نئات کا باعث یہ ہے کہ اس کا کوئی مقصد ہے اور وہ مقصد ایک ہی ہے اور اس کے مقصد کی وحدت کا باعث یہ ہے کہ اس کا کوئی خالق ہے اور وہ خالق ایک ہی ہے۔ وحدت کا نئات پر سائنسدانوں کے غیر شعوری وجدانی اعتقاد کا باعث اُن کی فطرت کا میخفی اور غیر شعوری نقاضا ہے کہ وہ کا نئات کا ایک مقصد مانیں اور وہ مقصد ایک ہی ہو۔ اور اس کا ایک خالق تسلیم کریں اور وہ خالق ایک ہی ہو۔

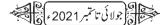
قر آنِ حَلِيم نے کا سُنات کی وحدت کی طرف پُرز ورالفاظ میں تو جّہد لائی ہےاوراس کواس بات کے ثبوت کے طور پر پیش کیا ہے کہ کا سُنات کا کوئی خالق ہےاوروہ ایک ہی ہے:

﴿مَا تَرَى فِي خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَغُوْتٍ ﴿ فَأَرْجِعِ الْبَصَرَ ۚ هَلْ تَرْى مِنْ فُطُوْرٍ ۞ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبِ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ۞ ﴾ (اللك) ''در مِنْ مَا اللهِ عَلَيْهِ وَمِنْ مِنْ مَا كُلْتُ مِنْ كُلُو مِنْ مَا مِنْ اللهِ مِنْ اللهِ مِنْ اللهِ مِنْ

''(اے پیغیر مل اُٹیالیا آپ خدا کی تخلیق میں کوئی فرق نہ دیکھیں گے۔ ذرا نظر دوڑا یئے (اور کا ئنات کا مشاہدہ کیجیے) کیا آپ کوخدا کی اس تخلیق میں کبھی کوئی دراڑ نظر آتی ہے؟ پھر دوبارہ نظر دوڑا یئے اور دیکھئے' نگاہیں مایوس اور در ماندہ ہوکر لوٹیس گی کہ خدا کی تخلیق میں کہیں کوئی دراڑ نہیں۔ (کیا کا ئنات کی بیوحدت اس







ڮ مقصديت كاور پھراس كى مقصديت كى خالق كائنات كى متى اور وصدت كا ثبوت نہيں۔)'' ﴿ قُلُ اَرَءَ يُتُمُّهُ مَّنَا تَكُ عُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِىٰ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمُر لَهُمُر شِرْكٌ فِي السَّهٰوٰت ﷺ (فاطر: ۴۰)

''(اے پیغمبر من پنٹیالیز!) کہئے: کیا تمہیں معلوم ہے کہتم خدا کوچھوڑ کر کس کی عبادت کرتے ہو' مجھے بتاؤ توسہی کہ آیا انہوں نے زمین میں کچھ پیدا کیا ہے یا آسانوں کی تخلیق میں اُن کا کوئی حصتہ ہے!''

یعنی اگر کا ئنات کی تخلیق میں خدا کے ساتھ کوئی اور شریک ہوتا تو زمین و آسان میں کہیں تو اُس کی اپنی تخلیق کا کوئی نشان ملتا جہاں جُدافتھ کے قوانینِ قدرت نافذ ہوتے ۔ ظاہر ہے کہ منکرین قر آن حکیم کے اس سوال کے جواب میں اس کا ئنات کا ایک حصتہ پیش کر کے معقولیت کے ساتھ نہیں کہہ سکتے تھے کہ یہ حصتہ خدا کے اُس شریک نے پیدا کیا ہے جہ ہم مانتے ہیں کیونکہ جب کا ئنات کے اس حصتہ میں بھی قوانین قدرت وہی ہیں جو باقی کا ئنات میں ہیں توکس طرح سے کہا جا اسکا خالق وہی نہیں جو باقی کا ئنات کا سے۔

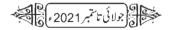
فلسفه: سائنس ہی کا ایک شعبه

فلسفداور سائنس کے اس باہمی تعلق کی بناء پرہم فلسفہ کو سائنس سے الگ نہیں کر سکتے۔ جب تک سائنس کا کام سے کہ وہ اپنے دریافت کیے ہوئے حقائق کی تشریح' توجیہہ یا تنظیم کے لیے نظریات قائم کرے' فلسفہ اور سائنس میں کوئی واضح امتیاز نہیں کیا جا سکتا۔ صرف یہی کہا جا سکتا ہے کہ فلسفہ پوری کا ئنات کی سائنسی تحقیق کی وہ چوشی اور آخری منزل ہے جہاں تمام کا ئنات کا سائنسی علم تجربہ مشاہدہ اور استنتاج کے تینوں مرحلوں سے گزر کر تنظیم نتائج کے چوشے مرحلے میں داخل ہوتا ہے۔ دراصل جب سائنسی تحقیق اپنی مجموعی حیثیت سے اپنے آخری درجہ پر پہنچتی ہے تو جم اسے فلسفہ کہتے ہیں۔

مسلمان: سائنسی طریق شخقیق کے موجدا ورسائنسی علوم کے بانی

بعض یورپی مصنفوں کی غلط بیانیوں کی وجہ سے دنیا مترت تک اس غلط نہمی میں مبتلا رہی ہے کہ سائنسی علوم اور سائنسی طریق تحقیق کے موجد سائنسی طریق تحقیق کا موجد سائنسی طریق تحقیق کا موجد کرد بیان میں مصنفوں کی تاریخ کے موضوع پر حال کی علمی اور جربیکن سائنسی علوم کی تاریخ کے موضوع پر حال کی علمی تحقیق نے اس نا قابل تر دید تاریخی حقیقت سے پر دہ چاک کر دیا ہے کہ سائنسی طریق تحقیق جس کی بدولت موجودہ سائنسی علوم وجود میں آکر ترقی پذیر ہوئے ہیں' مسلمانوں نے ایجاد کیا تھا اور پورپ کے حالیہ سائنسی علوم کی بنیاد بھی مسلمانوں نے سائنسی طریق تحقیق یونانیوں سے سیکھا تھا اور اپنے سائنسی علوم کی بنیا دان کی سائنس پررکھی تھی' لیکن بیہ خیال بھی درست نہیں۔

The Making of Humanity (تعمیرانسانیت) کامصنف برفالٹ(Briffault)اس قسم کی تمام غلط فہمیوں کی یُرز ورتر دیدکرتے ہوئے لکھتا ہے:



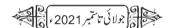




''عصر حدید کی دنیامیں عربوں کی تنہذیب کاعظیم الثان حصة سائنس ہے'لیکن اس کے پھل کو یکنے میں کچھودیر لگي ـ جب تک ہسانويء يوں کي تہذيب تاريکي ميں دوباره گمنہيں ہوئي وہ ديومہيب جس کواس نے جنم دیاتھا' ا پن پوری قوت کے ساتھ کھڑانہیں ہوا۔ یہ فقط سائنس ہی نہیں تھی جس نے پورپ کوزندہ کیا' اسلام کی تہذیب کے اور بہت سے اثرات نے پوری کی زندگی کواس کی بہلی جیک دمک سے آ راستہ کیا۔' (ص:۲۰۲) ''اگر چہ پورپ کی ترقی کا کوئی پہلواہیانہیں جس میں اسلامی تہذیب کے فیصلہ کن اثر کے نشانات موجود نہ ہوں' کیکن بیاشر کہیں بھی اتنا واضح اور اہم نہیں جتنا کہ اس طاقت کے ظہور میں ہے جود نیائے جدید کی مخصوص اورمتنقل قوت اوراس کی کامیا بی کاسب ہے بڑاراز ہے بعنی سائنس اور سائنسی طرز فکر ۔' (ص: ۱۰۹) ''ہماری سائنس فقط انقلاب آفریں نظریات کی حیرت انگیز دریافت کے لیے ہی علوم عرب کی احسان مند نہیں' بلکہ سائنس اس ہے بھی بڑے احسان کے لیے عربوں کی تہذیب کی مرہونِ منّت ہے اوراصل بات تو یہ ہے کہوہ خوداینے وجود ہی کے لیےاس کے زیرا حیان ہے۔ دنیائے قدیم یعنی بونانیوں کی تہذیب ٔ جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں سائنس سے پہلے کی ونیاتھی۔ یونانیوں کی فلکیات اور ریاضیات دوسر مے ملکوں سے درآ مد کی ہوئی چیزیں تھیں جن کو بونانی تہذیب کی آب وہوائبھی بوری طرح ساز گار نہ آسکی۔ اہلِ بونان حقائق کومنظم کرتے تھے ان ہے عمومی نتائج اور اصول اخذ کرتے تھے اور نظریات قائم کرتے تھے۔لیکن تحقیق وتجتس کےصبر آز مارا ستے' مثبت علم کی فراہمی' سائنس کے مکتہ رس طریقے' مفصل اورطویل مشاہدہ اور تجرباتی حیصان ہین ایس چیز وں کا اہل یونان کی افتادِ طبیعت ہے کوئی سروکار نہ تھا۔ قدیم کلا سیکی دنیا کاعلمی کا م اگر کسی مقام پر ذراسا بھی سائنسی تحقیق کے نز دیک پہنچا تو وہ یونانیوں کے دور کا اسکندریہ تھا۔ جسے ہم سائنس کہتے ہیں وہ یورپ میں تحقیق کی ایک ایسی نئی روح اور تبحت کے ایسے نئے طریقوں بعنی تجربیۂ مشاہدہ کیپاکش اور ریاضیات کی اس قتم کی تر تی کے طفیل ظہور پذیر ہوئی تھی جس ہے اہل یونان محض بے خبر تھے۔ اس روح کو اور ان طریقوں کو بورب میں عربوں نے داخل کیا۔'(ص: ۱۹۰)

''پورپ میں علوم کا احیاء پندر ہویں صدی میں نہیں بلکہ اُس وقت ہوا جب عربول اور مورول کی تہذیب کے ارثر سے پور پی تہذیب میں زندگی کی نئی روح پھوئی گئی۔ پورپ کی نئی زندگی کا گہوارہ اٹلی نہیں' بلکہ اسپین تھا۔ مدت تک بربریت کی پستیوں میں غرق ہوتے رہنے کے بعد پورپ جہالت اور ذِلت کی تاریک ترین مدت تک بربریت کی پستیوں میں غرق ہوتے رہنے کے بعد پورپ جہالت اور ذِلت کی تاریک ترین گہرائیوں میں پہنچ چکا تھا جب عرب ملکوں کے شہر بغداد' قاہرہ' قرطبہ اور طلیطلہ تہذیب اور علمی مشاغل کے ترقی پذیر مراکز بنے ہوئے تھے۔ ان شہروں میں اُس نئی زندگی کا آغاز ہوا جونوع انسانی کے ارتقا کے ایک نئے پہلوکی صورت میں جلوہ افروز ہونے والی تھی۔ اُس وقت سے جب عربوں کی تہذیب کا اثر محسوس ہونے لگا' نئی زندگی حرکت میں آنے لگی۔' (ص: ۱۵۸)

'' لیکن وہ نقطۂ نظر جس کی روشنی میں عرب موجودہ مواد کو کام میں لاتے تھے' یونانیوں کے نقطۂ نظر کے بالکل متضاد تھا۔ یہ نقطۂ نظر بعینہ وہ چیز مہتا کرتا تھا جس کا فقدان یونانیوں کے ذہن کا کمزور اور ناقص پہلو تھا۔ یونانیوں کی دلچین کا مرکز نظریہ آفرینی اور اصول سازی تھے۔وہ ٹھوس مشاہداتی حقائق سے بے پروا تھے اور





ان کونظرانداز کرتے تھے۔اس کے برعکس عرب محققین کا ذوق دریافت نظریہ آفرینی سے بے پرواتھااوراس
کامقصود مھوس حقائق کو بہم پہنچانا اور اپنی معلومات کوصحت اور کمیت کے معیاروں پر لا ناتھا۔معتبر اور پائیدار
سائنس اور ایک ڈھیلے ڈھالے سائنسی ذوق میں جو چیز فرق پیدا کرتی ہے وہ یہ ہے کہ کہنے والا کیفیت نہیں
سائنس اور ایک ڈھیلے ڈھالے سائنسی ذوق میں جو چیز فرق پیدا کرتی ہے وہ یہ ہے کہ کہنے والا کیفیت نہیں
سائنس اور ایک ڈھیلے ڈھالے سائنسی کام اسی معروضی تحقیق اور کمیتی صحت وصفائی کے ذوق کے زیرا ثر انجام پاتار ہاہے۔
ساراوسیج و کریفن سائنسی کام اسی معروضی تحقیق اور کمیتی صحت وصفائی کے ذوق کے زیرا ثر انجام پاتار ہاہے۔
روجر بیکن نے آکسفور ڈ اسکول میں ان لوگوں کے جانشینوں کے ماتحت عربی زبان اور عربی سائنس کا علم
عاصل کیا تھا۔ ندروجر بیکن اور نہ بی اس کا دوسرا ہم نام اس بات کا اہل ہے کہ اسے سائنسی طریق تحقیق کے موجد
رسانوں میں سے ایک تھا اور وہ بھی یہ کہتے ہوئے نہ تھکتا تھا کہ عربی زبان اور عربی سائنس کے سفیروں یا پیام
عصروں کے لیے سے علم کا ایک بھی راستہ ہے۔ یہ بیش کہ سائنسی طریق تحقیق کا موجد کون تھا ہور کی تہذیب
عصروں کے لیے سے علم کا ایک بھی راستہ ہے۔ یہ بیش کہ سائنسی طریق تحقیق کا موجد کون تھا ہور کی تہذیب
کے سرچشموں کے بارے میں ایک بہت بڑی غلط بیانی پر مشمتل ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ بیکن سے پہلے
عام بیانی طریق تحقیق عام ہو چکا تھا اور بور پ جرمیں اس کا تتبع نہایت ذوق وشوق سے کیا جاتا تھا۔''

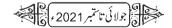
مسلما نوں کو بیرا متیاز کیسے حاصل ہوا؟

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کا سبب کیا ہے کہ دنیا کی تمام قو موں میں سے فقط مسلمانوں کو ہی یہ امتیاز نصیب ہوسکا کہ انہوں نے قدرت کے گہر ہے مشاہدہ اور مطالعہ کو اپنا شعار بنایا 'یہاں تک کہ وہ اس قابل ہوئے کہ سائنسی طریق تحقیق ایجاد کریں اور سائنسی علوم کی بنیا در کھیں!

قرآن کی تعلیمات پرسرسری نگاہ ڈالنے سے بھی اس بات میں ذراشک باقی نہیں رہتا کہ اس کا سبب خود قرآن کی تعلیمات پرسرسری نگاہ ڈالنے سے بھی اس بات میں فراشک میں قدرت کے گونا گوں مظاہر کی طرف تو جدد لا کر کا ئنات کے مشاہدہ اور مطالعہ تدرت کے لیے سب سے پہلی مؤثر آواز جود نیا میں بلند کی گئے ہے وہ قرآن ہی کی آواز ہے۔ (جاری ہے) کئی ہے وہ قرآن ہی کی آواز ہے۔ (جاری ہے) کا پہلے مؤثر آن ہی کی آواز ہے۔



اشاعت خاص 160 روپے اشاعت عام 80 روپے







تعارف وتبصره

تبصره نگار: پروفیسرمحمد یونس جنجوعه

(1)

نام كتاب : اعمال كي قبوليت

مصنف: پروفیسرڈ اکٹرفضل الہی

ضخامت: ۲۲۷ صفحات قیمت: ۰۰ ۴ رویے

ناشر: ۞ دارالنورُ اسلام آباد ۞ مكتبه قدوسيهُ اردوباز ارلامور

پروفیسر ڈاکٹرفضل البی اسلامی علوم کے ماہر معروف سکالر ہیں۔اسلامی موضوعات پرتقریباً سو کتابوں کے مصنف ہیں جوعر بی ارد وانگریزی کے علاوہ بزگالی انڈونیشی فرانسیں فارسی اورترکی زبانوں میں لکھی گئی ہیں۔ڈاکٹر صاحب کی تمام کتب معیاری مدّل اور اسلامی لٹریچر میں قابلی قدر اضافہ ہیں۔

زیرتبھرہ کتاب عنوان کے اعتبار سے ان کی شاہ کارتصنیف ہے جس کے مطالعے سے قاری اپنے نیک اعمال کی قبولیت سے آگاہ ہوسکتا ہے۔ نیز وہ ان اعمال کے قریب پھٹکنے سے بھی اجتناب کرے گا جو اُس کی حسنات کو معدوم کرنے والے ہوں گے۔

كتاب درج ذيل چارمباحث پرشتمل ہے:

مبحث اوّل: قبوليتِ اعمال كي ابميت

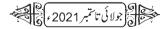
مبحث دوم : قبولیتِ اعمال کی شرا کط

مبحث سوم : قبوليتِ اعمال مين ركاوث بننے والے كام

مبحث چہارم: مقبول اعمال کو برباد کرنے والے گناہ

کتاب کی جامعیت قابلِ تعریف ہے کہ اس کو پڑھنے والا اپنے اعمال کا جائزہ لے سکتا ہے کہ اس کے کون سے اعمال نتیجہ خیز ہیں اور کون سے ایسے ہیں جونیکیاں سمجھ کر کیے جاتے ہیں مگر در حقیقت وہ گناہ کے کام ہوتے ہیں۔

کتاب کا کاغذعمدہ سفید ہے۔جلد مضبوط اور خوبصورت ہے۔کمپوزنگ بھی اعلیٰ درجے کی ہے۔







نام کتاب: تربیتی نصاب

مرتب: المصطفىٰ مركز

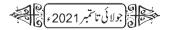
ضخامت: 244 صفحات

ملنے کا پہتە: چک شاہ پور' 2- کلومیٹر' ہرن مینار' موٹرو ہے انٹر چینیخ' حافظ آباد' شیخو بورہ

برائے رابطہ: 0300-5115922,0321-4110922

المصطفیٰ مرکز دیباتی علاقے میں واقع ہے۔ بیقر آن وحدیث پرمشمل لٹریچرشا کُع کرتا ہے جس کا مقصد مسلمانوں کےاندراسلامی تعلیمات کا فروغ ہے ٔ تا کہلوگ ان کوجان کراوران پرممل کر کے سپچمسلمان بن سکیں۔ زیرنظر کتاب سات حصوں اورایک نصیحت پرمشمل ہے۔

- کے پہلے حقے میں منتخب آیات قر آنی مع ترجمہ درج میں۔ یہ آیات انتہائی نیک جذبے سے منتخب کی گئی ہیں۔ان کو یر کے ح یڑھ کریت چل جاتا ہے کہ کون سے کام اللہ تعالیٰ کو پہند ہیں اور کن کا موں سے اس نے رکنے کا حکم دیا ہے۔
- دوسرے حقے میں منتخب احادیث ہیں جنہیں پڑھ کراسلامی تعلیمات پر ممل کرنے کا داعیہ پیدا ہوتا ہے اوران کی ہوت دل مدراغ میں اتراق
 - کی اہمیت ہے آگا ہی ہوتی ہے۔ نیز رسول اللّٰہ صلّی نیائیا کی محبّت دل ود ماغ میں اتر تی ہے۔
- کے تیسرا حصّدروز مرہ کی شنتوں پر مشتمل ہے جن کواختیار کر کے نہ صرف رسول اللہ سان ٹی آئیا ہم کی بتائی ہوئی باتوں اور وظا نف سے آگا ہی ہوتی ہے بلکہ زندگی میں حسن پیدا ہوتا ہے اور انسان کی اخلاقی حالت بہتر ہوجاتی ہے۔ پیتمامُ شنتیں بھی احادیث کی مستند کتا ہوں سے لی گئی ہیں۔
- چوتھے حصے میں مسنون دعائیں ہیں' جن کو یا دکرنا چاہیے۔اُن کے ذریعے اپنے رب سے رابطہ استوار کرنے میں مدد ملتی ہے اور یہ جذبہ بیدار ہوتا ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی دعاؤں کو سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔
- ہ پانچویں حقے میں عور توں کے مسائل کاحل قرآن وسُنّت کی روشنی میں دیا گیا ہے۔عور توں کے لیے خاص طور پر ضروری ہے کہ وہ اپنی زندگی کے معمولات کو اسلامی تعلیمات کے مطابق اختیار کریں۔ ناخواندہ اور بھولی بھالی عور قیس تو طہارت کے اہم مسائل سے بھی واقف نہیں ہوتیں۔
- کے چھٹا حصتہ مختصر طور پرسیرت رسول سانٹی آیا کی کے واقعات پرمشمل ہے۔ ہرمسلمان کے لیے لازم ہے کہ سیرت النبیؓ کے اہم واقعات سے واقف ہو۔
- کے ساتواں حقے کاعنوان'' تذکرہ الصحابہ''ہے۔اس میں رسول اللہ ساتھ آلیا کی کے ان جاں نثاروں کا ذکر ہے جنہوں نے آپ کے دست و بازو بن کر اسلام کی ترویج میں شاندار کارنا مے انجام دیے اور اس کام میں تکلیفیں اٹھا کر بےمثال قربانیاں دیں۔







آ خری حصے کاعنوان ہے:'' دعوتِ فکر'' جس میں نہایت مؤثر انداز میں مسلمان بھائیوں کواسلامی تعلیمات کے مطابق زندگی گزار نے کی تلقین کی گئی ہے' کیونکہ اس کے بغیر حقیقی کامیا بی محال ہے۔

مصطفیٰ مرکزید کتاب ملاقیت دیتا ہے اور اس کے علاوہ دیگر کئی کتابیں جن کے پڑھنے سے اسلامی تعلیمات سے نہ صرف واقفیت ملتی ہے بلکہ عمل کا داعیہ بھی پیدا ہوتا ہے مفت مہتیا کرتا ہے۔ کتاب سفید کاغذ پرخوبصورت ٹائٹل کے ساتھ شاکع کی گئی ہے۔

(m)

نام كتاب : يادداشت يارليماني معركه: اسلام وقاديانيت

مصنف : حكيم عبدالرحيم اشرف ا

تدوین نو : ڈاکٹرزاہداشرف

ضخامت: ۲۲۴ صفحات قیمت: درج نہیں اہتمام: مکتبہ المنبر عبدالرحیم اشرف ٹرسٹ طنے کا پیتہ: کتاب سرائے الحمد مارکیٹ ٔ غزنی سٹریٹ ٔ اردوباز ارالا ہور

کتاب کے مصنف مولا ناکیم عبدالرحیم اشرف معروف عالم دین ماہر طبیب اور معالج تھے۔ وہ نفاذِ اسلام کے دائی مشہور خطیب اور کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ تحریک خلافت اور تحریک ختم نبوت کے اوّل درجہ کے قائدین میں سے تھے۔ قادیانیت کے عزائم سے واقف اور ان کے مٹانے کا عزم بالجزم رکھتے تھے۔ اس پران کی تحریری اور تقریری کوششیں شاہد عادل ہیں۔ ردِّ قادیانیت تو ان کی زندگی کا اہم ترین مشن تھا۔ یہ کتاب اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ جب قومی اسمبلی میں قادیانیت کے ددمیں بل پیش کیا گیا تو اُس وقت ممبرانِ قومی اسمبلی کی مکمل راہنمائی کے لیے حکیم صاحب نے شاندروز محنت کر کے یہ یا دداشت تیار کی جس کی روشنی میں پارلیمان کے ارکان کے لیے فیصلہ کرنے میں آسانی ہوتی۔ چنانچہ کے سمبر ۲۰ کو قادیا نیوں کو ملت اسلامیہ سے نکال دیے جانے کا

اس کتاب میں مرزاغلام احمد قادیانی اوراس کے عقائد کا پوسٹ مارٹم کیا گیا۔ نیز قادیا نیوں کی کتابوں کے اوراق فوٹوسٹیٹ کروا کے اس میں شامل کیے گئے 'جس سے بین پیجہ ازخود نکلتا تھا کہ قادیانی اُمتِ مُسلمہ میں شامل نہیں۔اب بیہ کتاب قادیانی مسئلے پرایک مستدد ستاویز ہے۔اس کے مطالعہ سے قارئین مرزاغلام احمد کی شخصیت ' اس کے عقائد ونظریات اوراس کی اسلام کے خلاف جِدّو جُہدکو جان سکیس گے کہ س طرح اس نے ہندوستان پر انگریزی استعاری حوصلہ افزائی کی اور آزادی کی کوششوں کو سبوتا ژکرنے کی کوشش کی۔

مصنف کے فرزندار جمند ڈاکٹرز اہدا شرف کی محنت بھی قابلِ داد ہے جنہوں نے حکیم صاحب کے کام کو مدوّن اور مرتّب کیا۔ کتاب کا ٹائٹل دکش اور خوبصورت ہے۔ جلد بھی مضبوط ہے۔ ﷺ





تاریخی فیصله ہوگیا۔

MESSAGE OF THE QUR'AN

Translation and Brief Elucidation

By Dr. Israr Ahmad

Surah Al-A'raf

(The Heights)

(Recap of verses 01 – 25 of Surah 7, Al-A'raf and exposition of verses 26 – 39 of the same Surah, inclusive)

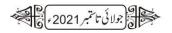
Translator's note:

For the sake of continuity and coherent explanation, most of the general discourse has been made by employing the 'male' as a prototype, which is in no way meant to be diminutive of the opposite gender or to disrespect the status of women.

Moreover, each verse (Verse) has been kept as a continuum in order to prevent the misrepresentation of meanings, which may occur when the verses are broken up and the translation of those verses becomes kaput when done in bits and pieces.

Cross-references taken from other parts of the Qur'an and the Hadith of the Messenger of Allah (SAAW) are provided in italics.

The Translation of the Holy Qur'an done by the Message International – USA (www.FreeQuran.com) and edited by Saheeh International – UK, Dar Al Mountada – Saudi Arabia and Al Qummah – Egypt has been used in order to synchronize the use of modern English Language, which we believe will give a more accomplished sense of understanding to Today's mind.

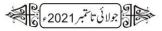






Recap of verses 01 - 25 (inclusive) of Surah 7, Al-A'raf

This section of Surah 7, Al-A'raf (Verses 1 through 25) commences with the profound and unequivocal declaration that the Qur'an is the Book of Allah (SWT), revealed to the Messenger (SAAW) of Allah (SWT) -Muhammad (SAAW). Allah (SWT) commands His (SWT) Messenger (SAAW) not to feel constraint in his (SAAW) heart nor hesitate in conveying the Qur'an and warn people with it. This does not mean that the Prophet (SAAW) had any doubts about the Qur'an; rather the constraint experienced by him (SAAW) was because of the affectionate concern for his (SAAW) people. Thus Allah (SWT) comforts His (SWT) Prophet (SAAW) by instructing him (SAAW) that his (SAAW) only duty is to remind them of Allah's (SWT) Message and warn them with this Qur'an and that it is not his (SAAW) responsibility or obligation to see and ensure who becomes a Muslim and who rejects faith. The Holy Prophet (SAAW) invited Ummah (believers) and nonbelievers to follow the commandments of the Qur'an and the Sunnah of the Prophet (SAAW). He (SAAW) cautioned them not to follow those who order them to disregard the Messenger (SAAW) or tell them to associate partners with Allah (SWT). It must be noted that the central theme of the whole Surah, and of the present discourse, is the guidance which man needs in order to live a wholesome life, the knowledge which he requires in order to understand the reality of the universe and his own being and the purpose of his existence; the principles which he needs to serve as the basis for morality and social life as well as culture and civilization. In this regard man should look to Allah (SWT) alone and follow exclusively, Guidance which He (SWT) has communicated to mankind through His (SWT) Messenger (SAAW). To look to anyone other than Allah (SWT) is perilous for it has always spelled disaster in the past, and will always spell disaster in the future. This is the main theme of this Surah, and of the present discourse, i.e., warning the unbelievers about the consequences of their denial through examples of punishments inflicted upon former generations for their wrong attitude and behaviour towards Allah's (SWT) Messengers (AS) and His (SWT) Message. It is elaborated that those who were wrongdoers and transgressors, when Allah (SWT) inflicted torment upon them,



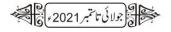




they admitted to be sinful and on wrong path. However, it was too late at that point for them to seek redemption.

This section also elucidates that on the Day of Resurrection, Allah (SWT) will ask His (SWT) servants that how did they treat His (SWT) Messengers (AS) and how did they respond to the Messages that He (SWT) sent them (AS) with. Similarly, the Messengers (AS) will also be questioned if they (AS) had delivered His (SWT) Message to their people or not. The words 'call to account' refers to the questioning people will be subjected to on the Day of Judgement. This shows that on the Day of Judgement, "Prophethood" will be the main basis of reckoning. On the one hand, the Prophets (AS) will be questioned about the efforts they made to convey Allah's (SWT) Message to mankind. On the other hand, the people to whom the Prophets (AS) were sent, will be questioned about their response to the message. With regard to individuals and communities who did receive Allah's (SWT) Message through the Prophets (AS), the Qur'an states explicitly, that they will have no justification whatsoever to put forward a defence of their disbelief and denial, of their transgression and disobedience. They are doomed to be cast into Hell in utter helplessness and dejection.

This section of Surah Al-A'raf (Verses 1 through 25) also refers to the Book of deeds, which will be placed before every human being on the Day of Resurrection and they all will find every iota of deed that they did during their terrestrial life. Allah (SWT) is Omnipotent, Omnipresent and Omniscient; hence, He (SWT) knows ALL. It is also indicated that the weighing of good and bad deeds on the Day of Judgment is true and, on that Day, whoever has his good deeds 'heavier', then he will surely be admitted into Paradise - the ultimate abode for those who are successful. A life of falsehood, however long it lasted, and however full of worldly achievements, will carry no weight at all. Weighed in the Balance, the devotees of falsehood will discover that their life-long deeds do not even weigh so much as a bird's feather. It is also declared that on the other hand, those who will find their scale lighter, due to being lacking in good deeds and aplenty with evil deeds, then they shall find themselves in loss for they had disbelieved in Allah's (SWT) revelations.

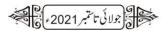






This section elucidates that Allah (SWT) has blessed mankind with ownership and control on this earth. He (SWT) has made this earth a place of comfort and as a means of provision for His (SWT) servants, so that they should show gratitude to their Lord (SWT). But human beings are prone to ingratitude and heedlessness and most of them show little gratitude to Him (SWT). This verse pronounces this bitter truth. The creation of Adam (AS) is also elucidated and that Allah (SWT) commanded the angels to prostrate before Adam (AS) and they all obeyed their Lord (SWT) except Iblees (who was, in fact, a Jinn) who rejected the command of Allah (SWT) and did not prostrate to Adam (AS). The text makes it very clear that prostration before Adam (AS) was in his (AS) capacity, as the representative of all mankind and not in his (AS) personal capacity. Therefore, "man" is Allah's (SWT) Vicegerent on earth. What distinguishes man from other animals is not just his capacity to speak or his gregariousness but the moral responsibility and trust with which he has been invested. Thus, one's whole perspective about the man and everything relating to him is changed. Rather than looking downwards to species of being lower than the human, man will turn his gaze upwards.

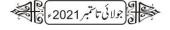
This section further elucidates the real reason for the rebellion of Iblees (a Jinn) against Allah (SWT) and, by extension, against all humans. The Jinn are created from fire whereas Allah (SWT) created the body of humans from clay. The Jinn are similar to humans in the manner that both are required to worship Allah (SWT) and follow Islam and both are given the free will to exercise, therefore, like humans they may either be obedient or disobedient to their Creator (SWT). Thus, when Allah (SWT) commanded Iblees (a Jinn) to prostrate before Adam (AS), he became arrogant and jealous from the superiority given to the humans as he only saw the lower side of the man (clay) and failed to see the higher side (soul), therefore, he refused to obey and rejected Allah's (SWT) command. This verse explicates that the rebellious nature and arrogance of Iblees (Satan) earned him nothing but the wrath of Allah (SWT) and was thrown out of Paradise. Iblees (Satan) implored Allah (SWT) to grant him life till the Last Day so that he can prove that these humans whom Allah (SWT) has chosen above him and all other creations are disobedient to Allah







(SWT). Thus, Allah (SWT) gave him (Iblees) respite till the Day of Judgment. Iblees (Satan) became a staunch enemy to Adam (AS) and his progeny and is always planning to mislead them from the right path. This is the basis of the struggle between good and evil, truth and falsehood, with Iblees and his followers on one side and Allah's (SWT) servants on the other. The sheer misguided character of Iblees (Satan) stems from his arrogance, vanity, and jealousy. Instead of recognizing that it was he who was in error, Iblees was adamant that Allah (SWT) had misguided him! Not only that, but the eternally accursed Satan falsely insisted that as Allah (SWT) had "misguided" him and expelled him from the Paradise and His (SWT) Mercy, hence he would leave no stone unturned to misguide Allah's (SWT) servants, i.e., the progeny of Adam (AS) till the appointed time (The Hour), thus leaving for himself no chance of redemption whatsoever. It is further expounded that Iblees (Satan) went on to blaspheme beyond that by vowing that he would (try to) mislead (all of) Allah's (SWT) servants from all sides and directions by raising doubts in them about their beliefs and causing confusion in their religion, thus luring them to the path of evil, away from the Right Path. Iblees added that most humans will not show gratitude to Allah (SWT) but will follow their desires and the evil ways that he will lure them towards. Thus, Iblees blasphemously challenged Allah (SWT) out of vanity, jealousy, and arrogance, as his heart and fate had been sealed by then. What is meant is that Satan would make use of the respite granted to him until the Last Day, and he would do so to "prove" that "man" did not deserve a position superior to his. The respite asked for by Satan and granted to him by Allah (SWT) includes not only the time but also the opportunity to mislead Man. At the same time, it has also been made quite clear that Satan was not granted the power to lead men into error against their will. Thus, all that Satan can do is to cause misunderstanding, to make people cherish false illusions, to make evil and error seem attractive, and to invite people to evil ways by holding out to them the promise of immense pleasure and material benefits. He would have no power, however, to forcibly pull them to the Satanic way and to prevent them from following the Right Way. Allah (SWT) also declares that whoever amongst the offspring of Adam (AS) will



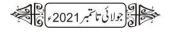




follow Satan and his evil ways, then he will surely be thrown into the Hellfire in the Hereafter.

It is elucidated in this section that Allah (SWT) allowed Adam (AS) and Eve (AS) to reside in this Paradise for a while to test them and show them a glimpse of what was to come, i.e., how Iblees would be an enemy to them and their progeny and would try to lead them astray, and what man would get if he obeys Allah (SWT). Adam (AS) and Eve (AS) were forbidden to go near a particular tree. Iblees plotted against Adam (AS) and Eve (AS) and suggested to them, with treachery, by whispering into their ears. Iblees wanted to make them disobey their Lord (SWT) and thus reveal to them the private parts of their bodies that were hidden from them before. Therefore, he lied to them and told them that the reason that Allah (SWT) had forbidden them to eat from that tree (mentioned in the previous verse) was that He (SWT) did not want them to be like angels or live in this Paradise forever. It was, of course, a blatant lie told deceitfully by Iblees, establishing the treachery of Iblees and the simplicity and honesty of Adam (AS) and Eve (AS). Iblees, to put weight behind his lie and to persuade Adam (AS) and Eve (AS) into eating the forbidden fruit from the tree, even swore by Allah (SWT) that he was telling them the truth and that it was in their 'best interest' that they trusted him and followed him. The 'error' and 'disobedience' by Adam (AS) and Eve (AS) of Allah (SWT) cannot be termed as a sin or even an iota of any such intent, as it only arose from the treacherous deception and confusion caused by the cursed *Iblees*. When Adam (AS) and Eve (AS) ate the forbidden fruit from the tree, the private parts of their bodies that were hidden from them before those were made visible to them, and thus they began to cover themselves with the leaves from the trees of Paradise, i.e., making them as a dress. This also alludes to the innate modesty and purity of both Adam (AS) and Eve (AS). Thereafter, Allah (SWT) reminded them of His (SWT) commandments and warnings to Adam (AS) and Eve (AS) about the enmity and hatred of Iblees towards them and their offspring.

This section ends by clearly elaborating the difference between the behaviour of Adam (AS) and Eve (AS), as opposed to the accursed Iblees. While Adam(AS) and Eve(AS) were remorseful of their action







and begged for Allah's (SWT) forgiveness and mercy for their slip, *Iblees* remained arrogant and full of vanity even after committing blasphemy. Adam (AS) and Eve (AS) repented but they did not know how to ask for Allah's (SWT) forgiveness. Allah (SWT) bestowed His (SWT) mercy on them by teaching them appropriate words. Thus Allah (SWT) accepted their repentance and pardoned them. The said words are as follows:

Through this anecdote, the man has been warned to remain vigilant and to resist the evil prompting of Iblees. It is but natural that a man being inherently weak, can get tempted but he is required to make amends. A few of the weaknesses of man mentioned in the Holy Qur'an are as follows:

"But, man is ever more quarrelsome than anything." (Al- Kahf, 15:54)

"Man is ever hasty." (Al-Isra,17:11)

"Man is ever ungrateful." (Al- Isra, 17:67)

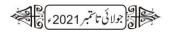
"Man is ever miserly." (Al-Isra,17:100)

"Verily, he is unjust (to himself) and ignorant." (Al-Ahzab, 33:72)

"Yet behold! He (stands forth) as an open opponent." (Ya-sin, 36:77)

"Verily, We have created man in toil." (Al- Balad.90:4)

Thus, a clear line is drawn between the way of Satan and the way that befits a man. Satan's way is characterized by rebellion against Allah (SWT), by arrogantly persisting in that rebellion even after having been warned, and by trying to mislead the righteously disposed man towards sin and disobedience. As opposed to this, the way that befits man is to resist the evil promptings of Satan and to be constantly vigilant against Satanic machinations. But, if despite all these precautions, a man does swerve from the course of obedience, he should turn, as soon as he realizes his fault, to Allah (SWT) in penitence and remorse and make amends. This is the lesson that Allah (SWT) conveys to man through this anecdote. The Qur'an seeks to impress upon the opponents of the Prophet (SAAW) that the way which they are following is the way of Satan. To become indifferent to Allah's (SWT) Guidance, to take satans among men and

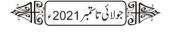






jinn as their protectors, and to persist in disobedience despite repeated warnings, amounts to adopting a Satanic attitude. It demonstrates that they have fallen prey to the snares of the archenemy and have been overpowered by him. This attitude will lead to their total undoing just as it led to Satan's undoing. Anyone who has even an iota of understanding should heed and emulate the example of his fore-parents – Adam (AS) and Eve (AS) – who repented and made amends after their disobedience were forgiven by Allah (SWT).

This also refutes the false concept of 'The Original Sin' amongst the Christians. Islam does not accept the notion of 'The Original Sin' whereby Adam's (AS) disobedience to Allah (SWT) has been inherited by all his (AS) descendants. In other words, it does not accept that all human beings on earth are sinful because of their forefather's sins. Qur'an states that when Adam (AS) and Eve (AS) slipped, they beseeched and received Allah's (SWT) forgiveness. The long and short of it is that *Iblees* and Adam (AS) became enemies forever. *Iblees* prayed to Allah (SWT) to grant him life till the Last Day so that he can prove that these humans whom Allah (SWT) has chosen above him and all other creations are disobedient to Allah (SWT), and thus he became an enemy to Adam (AS) and his progeny. This is the basis of the struggle between good and evil, truth and falsehood that has been going on for centuries and will continue till the appointed time, i.e., The Hour. It must be noted that Allah's (SWT) command that Adam (AS) and Eve (AS) 'go down' should not be misunderstood to mean that their departure from Paradise was by way of punishment. The Qur'an has made it clear many a time that Allah (SWT) accepted Adam (AS) and Eve's (AS) repentance and pardoned them. Thus, the command does not imply punishment. It rather signifies the fulfillment of the Divine purpose for which man was created. When Adam (AS) and Eve (AS) were sent down to earth, they were told that the earth will be a dwelling place for them for a temporary period (till The Hour). They will live, die, and then be buried in their graves, from which they will be then resurrected on the Day of Judgment. That goes for the entire human race from the first human to the last.







Exposition of verses 26 - 39 of Surah Al-A'raf

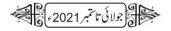
Verse 26

لِيَبْنِيَّ اَدَمَ قَدُ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ لِبَاسًا يُّوَارِيُ سَوَٰاتِكُمْ وَرِيْشًا ۖ وَلِيَاسُ التَّقُوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ ۖ ذٰلِكَ مِنُ اٰلِتِ اللهِ لَعَلَّهُمْ يَنَّكُرُونَ۞

"O children of Adam, We have bestowed upon you clothing to conceal your private parts and as adornment. But the clothing of righteousness - that is best. That is from the signs of Allah that perhaps they will remember."

This verse commences by declaring that Allah (SWT) has given three kinds of clothing for the children of Adam (AS) to wear viz. Libas, Rish and Libas of Taqwa. Libas refers to the dress which is used to cover body parts the uncovering of which is taken as immodest and shameful. Rish refers to the dresses which Allah (SWT) has blessed humans with for beautification and to make them look handsome. The third kind of dress mentioned is the dress of Taqwa (piety). The Libas of Taqwa conceals human weaknesses and moral shortcomings and acts as a spiritual dress of good deeds and fear of Allah (SWT). The verse also elucidates that Allah (SWT) has revealed these 'signs' as an invitation for the people to understand.

It must be noted that by referring to an important aspect of the story of Adam (AS) and Eve's (AS) the attention of the people of Arabia of those days was drawn to the evil influence of *Iblees* (Satan) upon their lives. Under Satan's influence, they had begun to see dress merely as a shield of protection against the severity of the weather and as a means of adornment. The basic purpose of dress to cover the private parts of the body – had receded into the background. People had no inhibition about the immodest exposure of the private parts of their bodies in public. To publicly take a bath naked, to attend to the call of nature on thoroughfares, were the order of the day. To crown it all, in the course of Pilgrimage they used to circumambulate around the Ka'bah in stark nakedness. Women even surpassed men in immodesty. In their view, the performance of religious rites in complete nudity was an act of religious merit.







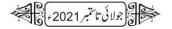
Immodesty, however, was not an exclusive characteristic of the people of Arabia. Many nations indulged in it in the past, and many nations continue to indulge in it even now. Hence the message embodied in these verses is not directed just to the people of Arabia. It is rather directed to all men. Mankind, which is the progeny of Adam (AS), is warned against this particular aspect of Satanic influence on their lives. When men show indifference to Allah's (SWT) Guidance and turn away from the Message of the Prophets (AS), they virtually place themselves at the mercy of Satan. For it is Satan who makes them abandon ways that are consistent with true human nature and who leads them to immodesty in the same way as he did with Adam (AS) and Eve (AS). Were man to reflect on this, it would become quite evident that when he is deprived of the guidance of the Prophets (AS), he cannot even appreciate, let alone fulfill, the primary requirements of his true nature.

Verse 27

"O children of Adam, let not Satan tempt you as he removed your parents from Paradise, stripping them of their clothing to show them their private parts. Indeed, he sees you, he and his tribe, from where you do not see them. Indeed, We have made the devils allies to those who do not believe."

In this verse, Allah (*SWT*) warns the children of Adam (*AS*) that they should guard themselves against the deception of Satan and his followers, lest, he also deceives them like he did to their parents, Adam (*AS*) and Eve (*AS*). The verse also explicates that Satan and his followers can see and interact with humans, while human beings cannot see them. The *Jinns*, like the angels, can also transform themselves into the shape of human beings, which makes their deception even more dangerous. Moreover, they also act as 'sentinels' of the disbelievers.

These verses bring into focus several important points. First, that the need to cover oneself is not an artificial urge in man; rather it is an



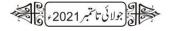




important dictate of human nature. Unlike animals, Allah (SWT) did not provide man with the protective covering that He (SWT) provided to animals. Allah (SWT) rather endowed man with the instincts of modesty and bashfulness. Moreover, the private parts of the body are not only, related to sex, but also constitute 'sawat' that is, something the exposure of which is felt to be shameful. Also, Allah (SWT) did not provide man with a natural covering in response to man's modesty and bashfulness but has inspired in him the urge to cover himself. This is so that man might use his reason to understand the requirements of his nature, use the resources made available by Allah (SWT), and provide himself a dress.

Second, man instinctively knows that the moral purpose behind the use of dress takes precedence over the physical purpose. Hence the idea that man should resort to dressing to cover his private parts precedes the mention of dress as a means of providing protection and adornment to the human body. In this connection, man is altogether different from animals. About the latter, the natural covering that has been granted serves to protect them from the severity of weather and also to beautify their bodies. However, that natural covering is altogether unrelated to the purpose of concealing their sexual organs. The exposure of those organs is not a matter of shame for them and hence their nature is altogether devoid of the urge to cover them. However, as men fell prey to Satanic influences, they developed a false and unhealthy notion about the function of the dress. They were led to believe that the function of dress for human beings is no different from that for animals, viz., to protect them from the severity of weather and to make them look attractive. As for concealing the private parts of the body, the importance of that function has been belittled. For humans have been misled into believing that their private parts are, in fact, like other organs of their body. As in the case of animals, there is little need for human beings to conceal their sex organs.

Third, the Qur'an emphasizes that it is not enough for the dress to cover the private parts and to provide protection and adornment to the human body. Man's dress ought to be the dress of piety. This means that a man's dress ought to conceal his private parts. It should also render a man reasonably presentable – the dress being neither too







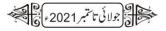
shabby and cheap nor overly expensive and extravagant relative to his financial standing. Nor should dress smack of pride or hauteur, or reflect that pathological mental state in which men prefer characteristically feminine dresses and vice versa: or that the people belonging to one nation mimic people of other nations to resemble them, thereby becoming a living emblem of collective humiliation and abasement. The Qur'anic ideal can only be achieved by those who truly believe in the Prophets (AS) and sincerely try to follow Allah's (SWT) Guidance. For as soon as man decides to reject Allah's (SWT) Guidance, Satan assumes his patronage and by one means or another manages to lead him into error after error.

Fourth, the question of dress constitutes one of the numerous signs of Allah (*SWT*) which is visible virtually throughout the world. When the facts mentioned above are carefully considered it will be quite clear as to why the dress is an important sign of Allah (*SWT*).

Verse 28

"And when they commit an immorality, they say, "We found our fathers doing it, and Allah has ordered us to do it." Say, "Indeed, Allah does not order immorality. Do you say about Allah that which you do not know?"

This verse refers to one of the many reprehensible and absurd customs of the Arabs before the advent of Islam. The people of Makkah and all those coming for the Pilgrimage would circumambulate around the Ka'bah naked. Allah (SWT) revealed this verse to abolish that disgraceful custom and rebutted their false claim that their elders and forefathers had been doing this all along and the false notion that it is what Allah (SWT) has 'told them to do'. Therefore, it is said to them that Allah (SWT) never commands a shameful act and that they are attributing a blatant lie to Him (SWT) without having any proof or evidence for it. In short, the verse disproves the pre-Islamic Arabian practice of circumambulation around the Ka'bah in stark nakedness. It also categorically rejects







the false notion of those people that nakedness during circumambulation had been enjoined by Allah (SWT).

The simple and succinct Qur'anic statement that 'Allah (SWT) never enjoins any, indecency' stands as the overwhelming argument against many false beliefs that were entertained by the people of Arabia. For a fuller appreciation of this argument the following points should be kept in mind:

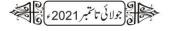
First, that the people of Arabia stripped themselves while performing certain religious rites under the mistaken notion that it had been so enjoined. But on the other hand, they were agreed that nudity was a shameful thing so that no Arab of any standing could ever approve of appearing naked in any respectable assembly or market place.

Second, notwithstanding their reservation about nudity, they uncovered themselves totally while performing certain religious rites on the ground that religion was from Allah (SWT). Hence there was nothing objectionable about performing a religious act in a state of nakedness for Allah (SWT) had so enjoined them regarding the performance of that rite. Here the Qur'an confronts them with a clear question: How can they believe that Allah (SWT) could order them to do something which involves nakedness and which they know to be inherently shameful? What is implied is that Allah (SWT) could not command them to commit indecency, and if their religion contained elements of indecency then this is positive proof of its not being from Allah (SWT).

Verse 29

"Say, [O Muhammad], "My Lord has ordered justice and that you direct yourselves [to the Qiblah] at every place [or time] of prostration, and invoke Him, sincere to Him in religion." Just as He originated you, you will return [to life] -"

The verse ordains to worship none but Allah (SWT) and face the Ka'bah during all prayers (worship). But this injunction is not







limited to Prayer alone, instead, it also encompasses being upright and just in all acts of worship, dealings, and transactions.

The real prerequisite is to worship Allah (SWT), purely and exclusively, without associating anyone with Him (SWT) in any capacity. This also indicates that only obedience is not enough for all is in vain without sincerity (*Ikhlas*).

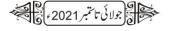
The verse elaborates that it is Allah (*SWT*) Who created all in the first place and it is He (*SWT*) Who will make all rise again on the Day of Resurrection and Judgment. The verse unequivocally declares that Allah (*SWT*) has nothing to do with the foolish rituals of those who deviate from the Straight Path. So far as the religion truly prescribed by Him (*SWT*), i.e., Islam is concerned, its fundamental principles are the following:

That man should base his life on justice and righteousness.

That man's worship should have the right orientation, i.e. that it should be directed to Allah (*SWT*) alone and should be free of every trace of devotion to others than Allah (*SWT*), that man should reserve his absolute enthralment and bondage for the One True God – Allah (*SWT*) – alone. All these should have only one direction - the One (*SWT*) that is truly worthy of worship.

That man should invoke Allah (*SWT*) alone to keep him rightly directed, to grant him help and succor to favour him with protection and security. This should be done provided one's life is oriented to serving Allah (*SWT*). Invoking help from Allah (*SWT*) would be ludicrous if man's life is based on unbelief, polytheism, disobedience to Allah (*SWT*), or serving a variety of gods other than the One True God – Allah (*SWT*). Such a prayer would amount to asking Allah's (*SWT*) help in strengthening one's rebellion against Him (*SWT*).

That man should have full conviction that in the same way as Allah (SWT) caused him to be born in the world, He (SWT) will also restore him to life after death and will make him stand before Himself (SWT) to render an account of his life.







Verse 30

فَرِيْقًا هَلَى وَفَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلَلَةُ ۖ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيْطِيْنَ ٱوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللهِ وَيَحْسَبُوْنَ ٱنَّهُمُر مُّهُتَدُوْنَ⊙

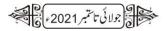
"A group [of you] He guided, and a group deserved [to be in] error. Indeed, they [i.e., the latter] had taken the devils as allies instead of Allah while they thought that they were guided."

In this verse, Allah (SWT) has differentiated between those who are misguided and those whom He (SWT) has guided on the Right path, i.e., Islam. The verse elucidates that there are people whom He (SWT) has guided to the Straight Path while there are others who have fallen into misguidance and error because they made the satans/devils as their protectors and friends instead of Him (SWT), yet they falsely think that they are on the Right Path.

Verse 31

"O children of Adam, take your adornment [i.e., wear your clothing] at every masjid, and eat and drink, but be not excessive. Indeed, He likes not those who commit excess."

This verse again refutes the sham custom of circumambulation around the Ka'bah while naked. Instead, Allah (SWT) commands the believers to present themselves in the best of their adornments when going out for prayers in the mosque, for every place of prostration is, in essence, called a 'masjid'. This also indicates that covering oneself for Salat (prayer) and Tawaf (circumambulation) is what is meant by adorning oneself to worship Allah (SWT). Hence the word adornment is used rather than the word covering, to demonstrate that what is meant is that a person should adorn himself and not limit it to simply covering. Another of the wrong customs that the pagans attributed to Allah (SWT) were that they would skip eating and drinking during the days of Pilgrimage. But Allah (SWT) commands the believers to eat and drink from all pure things that He (SWT) has provided for them, as long as they abstain from what He (SWT) has prohibited and from extravagance.







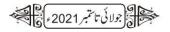
Thus, the verse elaborates that wearing a dress serves the two-fold purpose of covering and giving one a decent appearance. The directive to pray in a proper and decent dress is aimed at refuting the misconception entertained by ignorant people down the ages that man should worship Allah (SWT) either in a nude or semi-naked state, or at least have a shabby and unkempt appearance while worshipping. In this verse, people are being told the opposite of this. At the time of worship, they should not only be free from all kinds of nudity and indecency but should also be in a decent dress.

Allah (SWT) does not want to subject man to want and misery or starvation or to deprive him as such of the good things of this worldly life. On the contrary, it pleases Him (SWT) that man should appear in good decent dress and enjoy the clean food provided for him by Allah (SWT). There is nothing sinful in that. As for sin, it consists of transgressing the bounds set by Allah (SWT). This transgression could be committed in both ways: by making the unlawful lawful, or by making the lawful unlawful.

Verse 32

"Say, "Who has forbidden the adornment of [i.e., from] Allah which He has produced for His servants and the good [lawful] things of provision?" Say, "They are for those who believe during the worldly life [but] exclusively for them on the Day of Resurrection." Thus do We detail the verses for a people who know."

This verse is an admonishment for those who think that good dress and good food made lawful by Allah (SWT) is unlawful for them. Islam does not teach to live in tattered rags or torn clothes despite having the means to adorn themselves, therefore an unkempt, dirty and slovenly Faqir cannot claim any 'privileged sanctity' in Islam. Instead, Allah (SWT) says that He (SWT) has provided for the believers with the best of clothing so that they should adorn themselves and has provided for them good and pure things for food so that they eat from them and be grateful to Him (SWT). Since it is Allah (SWT)







Himself (SWT) Who has created all good and pure things for man, it obviously could not have been His (SWT) intent to make them unlawful. Now, if there is any religion or any ethical or social system which forbids those things, or considers them an insurmountable barrier to man's spiritual growth, it has an intellectual orientation which itself is evident proof of its not having been prescribed by Allah (SWT). This is an important argument which the Qur'an advances in the refutation of false creeds. An appreciation of this argument would help one understand the Qur'anic line of argumentation as such.

Allah (SWT) commands His (SWT) Messenger (SAAW) to elucidate that even though all these blessings that He (SWT) has provided in this earthly life are also enjoyed by the disbelievers (other than the believers), but in the Hereafter the disbelievers will have no share in it, for Jannah (Paradise/Heaven) has exclusively been made for the believers. All the clean and beautiful things created by Allah (SWT) are meant, in principle, for the believers even in this world, for they are Allah's (SWT) faithful subjects, and it is fidelity to Allah (SWT) that makes one deserve the enjoyment of the things which are Allah's (SWT). However, all men are under a test in this world. Hence even those who are disloyal to Allah (SWT) have been granted respite to mend their ways and are, therefore, not denied His (SWT) worldly bounties. To test those disloyal to Allah (SWT), these bounties are at times lavished upon them even more abundantly than on Allah's (SWT) faithful servants. But the character of Next Life will be different. For one's station, there will be determined entirely by one's righteousness and justice. Allah's (SWT) bounties in the Hereafter, therefore, will be for the faithful alone. As for the unfaithful, those who were disloyal to Allah (SWT) even though every fibre of their being was nourished by the sustenance provided by Him (SWT), will have no share whatsoever of those bounties in the Hereafter.

The verse also declares that Allah (*SWT*) has made His (*SWT*) signs and revelations clear and abolished all the superstitions that were falsely attributed to Him (*SWT*).

Verse 33

قُلُ إِنَّهَا حَرَّمَ رَبِّيِّ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهُرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَآنَ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمُهُ

يُنزِّلُ بِهِ سُلُطنًا وَّأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللهِ مَا لا تَعْلَمُونَ ۞

"Say, "My Lord has only forbidden immoralities – what is apparent of them and what is concealed – and sin, and oppression without right, and that you associate with Allah that for which He has not sent down authority, and that you say about Allah that which you do not know."

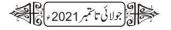
In this verse, Allah (SWT) commands His (SWT) Prophet (SAAW) to enumerate and tell the idolators the things which He (SWT) has made unlawful for them. The verse elucidates that Allah (SWT) has made it unlawful to commit shameful and dishonourable deeds like adultery and fornication etcetera, whether committed openly or in secret, whether done discretely or as a profession. The verse also declares the prohibition of all kinds of wrongdoings, whether related to oneself or the rights and dealings with others. Allah (SWT) sternly forbids committing Shirk (polytheism) i.e., taking partners with Him (SWT), and attributing lies to Him (SWT).

It must be noted that the word 'sin' conveys the sense of man's deliberate neglect of his duty to Allah (SWT), his failure to pursue Allah's (SWT) good pleasure despite his having the capacity to obey and follow Him (SWT). To exceed the limits set by Allah (SWT) and to enter an area that has been declared out of bounds for man constitute rebellion and transgression. According to this definition, the charge of rebellion will apply to all those who act according to their whims rather than following the directives of Allah (SWT). It applies to those who behave as though they are the true masters of Allah's (SWT) Kingdom, claiming for themselves the prerogatives of God (SWT). It also applies to all those who usurp the rights of others.

Verse 34

"And for every nation is a [specified] term. So when their time has come, they will not remain behind an hour, nor will they precede [it]."

The verse commences by expounding that Allah (SWT) has determined a fixed term not only for every individual but for every 'nation' too,







on the face of this earth. If they do not do good and disbelieve during this time of test and 'probation', then when their term expires, they would not be given any respite even for a single moment nor will the Last Hour be delayed.

It must be noted that the expression 'fixed term' used in the verse should not give rise to the misconception that the term of a nation expires on a definite day, month, or year. What the statement means is that Allah (*SWT*) has laid down a minimum proportion between the good and evil deeds of a nation. As long as that nation can maintain that minimum proportion, its existence is tolerated so that it might be able to show its performance. Once a nation crosses that minimum limit, it is denied any further respite.

Verse 35

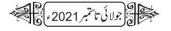
"O children of Adam, if there come to you messengers from among you relating to you My verses [i.e., scriptures and laws], then whoever fears Allah and reforms – there will be no fear concerning them, nor will they grieve."

The essence of this verse is that Allah (*SWT*) has promised reward for those who, when Prophets (*AS*) of Allah (*SWT*) come to them with guidance and injunctions, listen to them carefully, and act accordingly with piety and righteousness. Those are the ones who will be saved from sorrow and grief (in the Hereafter) and they shall have eternal peace and comfort.

Verse 36

"But the ones who deny Our verses and are arrogant toward them – those are the companions of the Fire; they will abide therein eternally."

Adding to the message of the previous verse, this verse elucidates that on the other hand, those who reject Allah's (SWT) Messengers







(AS) and disobey His (SWT) commandments will suffer eternal punishment of Hellfire.

It must be noted that reference to the continuous unremitting punishment of the unbelievers occurs invariably on occasions where the Qur'an narrates the coming down of Adam (AS) and Eve (AS) from Paradise. Ref: (Al-Baqarah: Verses 38-9); (Ta Ha: Verses 123-4). What has been said here should be considered concerning the fact that at the very start of man's earthly life (at the time of Adam AS and Eve AS) he was informed of the evil results of unbelief.

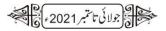
Verse 37

فَكُنُ ٱظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللهِ كَذِبًا ٱوْكَذَّبَ بِأَلِيّهِ ۚ أُولَلِكَ يَنَالُهُمُ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتْبِ ۚ حَتَّى إِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَقَّوْنَهُمُ ۗ قَالُوَّا ٱيْنَ مَا كُنْتُمُ تَدُعُونَ مِنْ دُوْنِ اللهِ ۚ قَالُوُا ضَلُّوا عَنَّا وَشَهِدُوا عَلَى ٱنْفُسِهِمْ انَهُمُ كَانُوْا كَفِرِيْنَ ۞

"And who is more unjust than one who invents about Allah a lie or denies His verses? Those will attain their portion of the decree until, when Our messengers [i.e., angels] come to them to take them in death, they will say, "Where are those you used to invoke besides Allah?" They will say, "They have departed from us," and will bear witness against themselves that they were disbelievers."

This verse elucidates that although the disbelievers who invent lies and utter falsehood against Allah (SWT) and reject His (SWT) revelations are the most unjust people, yet they still get their due share of good things and life during the probation period in this world. But once that period expires, the angels of death will take their souls out of their bodies and they will be called to account for. They will be asked about the false deities that they used to invoke and worship besides Allah (SWT) but soon they will realize that the same false deities have forsaken them and thus they will confess their sin and will regret of what they used to do.

All men, whether good or bad, have been granted a definite term in this world which they will spend and obtain their share of worldly happiness and misery. But the real reward or punishment would be meted on the Day of Judgement.







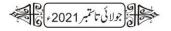
Verse 38

قَالَ ادْخُلُوا فِيْ أَمَمِ قَدُ خَلَتُ مِنْ قَبُلِكُمْ مِّنَ الْجِتِّ وَالْإِنْسِ فِي التَّارِ ۚ كُلَّمَا دَخَلَتُ أُمَّةٌ لَّعَنَّتُ أُخْتَهَا ۖ حَتَّى إِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۗ قَالَتُ أُخُرِيهُمُ لِأُولِهُمْ رَبَّنَا هَؤُلآءِ اَضَلَّوْنَا فَأَتِهِمُ عَذَا بَا ضِغْفًا مِّنَ التَّارِهُ قَالَ لِكُلِّ ضِغْفٌ وَلِكِنْ لَا تَعْلَمُونَ ۞

"[Allah] will say, "Enter among nations which had passed on before you of jinn and mankind into the Fire." Every time a nation enters, it will curse its sister until, when they have all overtaken one another therein, the last of them will say about the first of them, "Our Lord, these had misled us, so give them a double punishment of the Fire." He will say, "For each is double, but you do not know."

This verse further expounds on the message regarding the reward and punishment on the Day of Judgement and details of the conversations that would take place on that Day. It must be noted that each group of people is followed, even as it is preceded, by others. A group that inherits an error of outlook and conduct from its predecessors passes on the same, in turn, to future generations. In addition, whereas a group owes its wrong-doing partly to the wrong-doing of its predecessors, it will also be held responsible for leaving behind an evil legacy for future generations. The Qur'an, therefore, pronounces a double punishment on such a group: it will incur punishment for its misdeeds and also for leaving behind such a legacy for the coming generations. Several traditions elucidate this point. According to one such tradition the Prophet (SAAW) said: 'He who introduces a misleading innovation which does not please Allah (SWT) and His (SWT) Messenger (SAAW) shall be held guilty for the sins of all those who follow that innovation without lessening in the least the burden [of sins] of those who followed the innovation, (Ref: Ibn Majah) According to another tradition, he (SAAW) said: "The responsibility for all the murders committed in the world is shared by the first son of Adam (AS)[i.e. Cain] for he was the first to have innovated murder." (Ref: Bukhari)

We thus know that the individual or group responsible for introducing a wrong idea or practice is not only responsible to the extent of those sins, but shares the responsibility of the sins of all





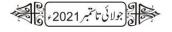


those who are influenced by him. As long as the evil effects of that influence continue, their sins will be continually added to his account. This also shows that a person is not only accountable for the good or bad deeds that he commits, in fact he is also accountable for the influence of those deeds on others.

This may be illustrated by considering the case of someone who indulges in unlawful sex. All those whose bad examples, evil company, and inducements to evil caused a man to indulge in such an act have a share in the sin that he committed. The persons who influenced him in turn had been influenced by others. Were this chain of influence traced back to its ultimate origin, the blame would be fixed on the first person who demonstrated this unlawful way of satiating the sexual urge.

This does not detract from the fact that anyone who indulged in fornication is also accountable for the sin he committed. This is so because when he committed a sin he did so because he failed to make proper use of his capacity to distinguish between good and evil with which he had been endowed. He also did not pay due heed to the voice of his conscience and mobilize the power of self-control given him. Nor did he benefit from the knowledge of good and evil transmitted to him by pious men nor was he inspired by the noble examples of the God-fearing. Nor did he learn any lesson from the evil consequences of sexual misconduct. Instead, he succumbed to blind sexual lust which sought gratification at all cost. This much relates to the responsibility of the person who indulged in sexual misconduct.

But there is another dimension of that person's evil conduct – his propagation of that same evil among others which ruined the lives of countless people belonging to his generation and to the generations that follow. It is also possible that he might have been afflicted by some general disease which he then communicated to his generation and also to the generations that followed. His sexual misconduct might also have given birth to illegitimate children, unjustly passing on the burden of their upbringing to others, and making his offspring – without any justification – co-sharers in the fortunes and even the inheritance of others. The wrong that is thus perpetrated persists for



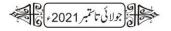




many generations. Likewise, it is also possible that the said criminal might, by his cunning, have led an innocent girl to sexually corrupt behaviour. That in turn is likely to awaken evil propensities in her which wreck the lives and homes of countless families, even generations. Also, by setting an evil example for his children, relatives, friends and the society at large a fornicator is likely to cast a bad influence on people around him and infect others with moral corruption. The evil consequences of such an act thus linger on for a long time. The moral corruption that ultimately, engulfs the society owes its origin to the person who initially introduced an evil. Justice, therefore, demands that such a culprit should also be held responsible for the subsequent evils which may be traced back to his initial act of corruption.

The same holds for good deeds. The reward for the heritage of goodness left behind by our predecessors from the earliest times should inevitably go to the credit of those men of the past who have continually transmitted that heritage to posterity down to our own time. If our generation takes good care of that heritage, enriches it, and passes it on to the coming generation, it also deserves a due reward for that. As long as our good acts leave a trace of good influence on history and continue to cast a good influence on people, mankind will reap the benefits of those acts.

This is the Qur'anic view of retribution. Every sensible person will agree that such a dispensation alone can ensure perfect justice. Appreciation of this concept should dispel the idea of those who believe that men can be fully rewarded or punished for their deeds within the confines of this worldly life. Likewise, such an appreciation should also dispel the views of those who believe that the transmigration of souls alone can ensure full justice to all men. Such people have blundered because they have neither grasped fully the nature and consequences of human acts nor the nature and requirements of perfect justice. It is obvious that the consequences of individuals' acts are not visible during their lifespan - say sixty or seventy years or so. Instead, human activities, both good and evil, influence the lives of countless people belonging to countless generations. One cannot, therefore, be brought to justice during one's







lifetime, since only a small part of the consequences of those acts have yet come to the surface. Moreover, the limited possibilities available in the present world are quite inadequate for bringing people to justice. Just consider the hideous crime of someone who pushes us to a world war. As things stand, the catastrophic consequences of such a crime would affect the lives of billions of men through the ages. Is there any punishment - physical, spiritual, or material - which can be deemed even remotely, proportionate to that crime? Likewise, no worldly reward, however valuable, can adequately recompense for the noble services rendered by a philanthropist which will benefit numerous people for thousands of years.

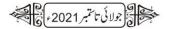
Having viewed the question from this angle, one readily, concludes that there must necessarily be a life in the Hereafter so that full justice can be meted out to everyone. Here all human beings are brought together, their full records are made available, and the reckoning is made by Allah (SWT) Himself (SWT), Whose (SWT) knowledge embraces everything. Additionally, men should be granted unlimited spans of life, and infinite possibilities should be made available for receiving compensation.

A little reflection on this will help us see how false the doctrine of the transmigration of souls is. Those who subscribe to this doctrine fail to realize that eternal life is needed to mete out recompense to people for the deeds they commit during their relatively brief spans of life. If one were to believe in the unending cycle of life and death it would become impossible to reward or punish anyone for his actions, for each span of life would go on accumulating endlessly. The arrears would never be cleared.

Verse 39

"And the first of them will say to the last of them, "Then you had not any favour over us, so taste the punishment for what you used to earn."

In addition to the above verse, the Qur'an elsewhere recounts the mutual incriminations of the dwellers of Hell. For example, it occurs

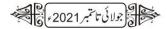






in Surah al-Saba' in the following words: 'Could you but see when the wrong-doers will be made to stand before their Lord, throwing back the word (of blame) on one another! Those who had been abased will say to the arrogant ones: "Had it not been for you, we should certainly have been believers!" The arrogant ones will say, to those who had been abased: "Was it we who kept you back from Guidance after it reached you? Nay, rather it was you yourselves who transgressed." (Ref: Al-Saba': 31-2). This means that since the misguided people themselves were not keen on receiving the right guidance, they fell victims even more to the forces of misguidance. Out of their excessive worldliness they chose to follow their ungodly leaders. Granted that it was the forces of misguidance which had invented ideologies such as materialism, excessive worldliness, and nationalism. But when people were attracted to these false ideologies, they did so out of their weaknesses. These forces of evil achieved success because what they offered was to the utmost liking of the people. Again, the people who were tempted to embrace counterfeit religious ideologies were themselves to blame for falling prey to them since there was an inner urge in them to accept such ideologies. Rather than submitting to the One True God - Allah (SWT) - and to rigorous moral discipline, they looked for deities that would help them to achieve their worldly purposes. Naturally, they invented deities of their liking. They also desired the intercession of those who would let them grow in worldliness and godlessness, and yet who would also ensure their redemption in the Next World. As they preferred a religion that would not make their life 'a bit dry', a permissive religious cult that did not object to any kind of selfindulgence was developed. This establishes clearly that the external forces of evil alone are not to blame. The people who succumb to evil and error equally share the blame. This neither condones the role of those who seek to mislead others nor detracts from the responsibility of those who choose to be misled.

And Allah (SWT) Knows Best!







المصرفتانية كي جنافكرانكيز تاليفات دائ قرآن واكثرا

قرآن حكيم كي عظمت وتعارف اور حقوق ومطالبات عظمت مصطفیاتیا، مقصد بعث،اسوهٔ رسول نظا اور سیرت نبویگ کے انقلانی پہلووں پر شتمل مقالات کا مجموعہ جیسے مملی موضوعات پر 8 کتابوں کا مجموعہ

رسول اكرم اورهم قرآن حكيم اورهم

اشاعت خاص 600 رویے،اشاعت عام 350 روپے

اشاعت خاص 600 روپے ، اشاعت عام 350 روپے سيرت مطهره كدل پذير موضوع پردا كرصاحب سيرت إلنبي تأثيل كي روشني مين اسلامي انقلاب

کے مراحل ومدارج اور لوازم کی زندگی کے آخری خطابات کا مجموعہ

عنهج انقلاب نبوي رتِ خيرُ الان

صفحات 240، قیمت 180روپے مجلد 500 روپے، غیر مجلد 300روپے

------اخلاص فی العبادت اورا قامت ِدین

کے شرک سے واقفیت کے لیے مطالعہ سیجئے كى اہميت وفرضيت ، بعنوان:

توحيدِ عملي حقيقت واقسام شرك

سورة الزمرتاسورة الشوريٰ کی روشنی میں ِ اشاعت خاص 125روپے،اشاعت عام 70روپ شاعت خاص 225روپے،اشاعت عام 150روپے

خلافت کی حقیقت، تاریخی پس منظر،عهد حاضر میں . امت مسلمہ سے خطاب کے ممن میں قرآن کی جامع ترین سورت

اس کا ڈھانچیاوراس کے قیام کے نبوی طریق پر مشمل سُورةُ الحَديد فلافت کی حقیقت

(أُمُّ المُسَبِّحات) كَي مُخْضَر تشريح اور عصرِ حاضر ميں اس كا نظام

اشاعت خاص200روپے،اشاعت عام 180روپے اشاعت خاص 300روپے،اشاعت عام 150روپے

36-Kاڈلٹاؤن لاہور فون 3-35869501 (042)

اک بیل maktaba@tanzeem.org ویب مانٹ www.tanzeem.org

